

فاتحة الكلام في القراءة خلف الامام

مؤلف:

شيخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ

مقتدی اور سورۃ فاتحہ کی قرأت

حنفی مذہب کا موقف کتاب و سنت کی روشنی میں!

بڑی عجیب بات یہ ہے کہ اہل تمام حدیث عبادہ میں اکہ بام التران کی زیادت پر تو امتنا زور دیتے ہیں حالانکہ محمد بن اسحق کے سوا
 اس کا کوئی راوی نہیں اور ایسی حدیث میں نفہ حد کی زیادت کو نہیں مانتے حالانکہ امام مسلم نے اپنی تصحیح میں اس کو روایت کیا اور
 صحیح قرار دیا ہے اور ابوداؤد نے بھی اس کو صحیح سند سے روایت کیا ہے حدیث کے پورے الفاظ یہ ہیں :-

عن عبادة بن الصامت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تسأله لمن لم يقرأ بام القرآن فمضاعف

عبادہ بن الصامت کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سورۃ فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے اس کی نماز
 نہیں ہے۔ اب اگر اس سے مقتدی کے ذمہ فاتحہ پڑھنے کو واجب کہا جائے گا تو کچھ زیادہ پڑھنے کو بھی واجب کہنا پڑے گا کیونکہ
 حدیث میں زیادہ پڑھنے کا بھی حکم موجود ہے حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ اس پر بعض محدثین کا یہ کہنا لفظ فصاعدا کو مرنا

معمور نے تنہا زیادہ کیا ہے۔ درست نہیں کیوں کہ ابوداؤد کی سند میں صفیان بن عیینہ نے بھی معمر کی موافقت کی ہے وہ بھی زہری سے
معمر کی طرح روایت کرتے اور فصاح (ابراہیم) میں پھر صالح (بن کیسان) اور امام اذہبی اور عبدالرحمن بن اسحق وغیرہ جیسے ثقہ
نے بھی زہری سے اسی طرح روایت کیا ہے جیسا معمور نے بیان کیا ہے اور اس کی تائید ابوسعید خدری کی حدیث بھی کر رہی ہے
جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

اصوات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نقرأ بفاتحہ الكتاب والتیس والسادہ صحیح عند ابی داؤد۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سورۃ فاتحہ پڑھنے اور اس کے ساتھ) جو آئین ہے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس کو ابو داؤد نے
 صحیح سند سے روایت کیا ہے اور ترمذی و ابن ماجہ نے اسی حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے۔ لا صلوة لمن لم یقرأ بالحمد وصورۃ۔ اس
 شخص کی نماز نہیں جو الحمد اور ایک سورۃ نہ پڑھے۔ اس کی سند حسن ہے پس یہ دعویٰ قابل تسلیم نہیں کہ عمر نے تنہا زیادہ کی ہے پھر
 عمر کا درجہ حفظ و اتقان میں محمد بن احنوف سے بہت بلند ہے یہ امر انصاف سے بعید ہے کہ ابن احنوف کی زیادت کو قبول کیا جائے اور عمر
 کی زیادت کو رد کیا جائے۔ تو اب اہل خامہ کو اس کا قائل ہونا چاہیے کہ امام کے ساتھ مقتدی کے ذمہ سورۃ فاتحہ اور ایک سورۃ یا دو
 تکین آیتیں پڑھنا بھی واجب ہے۔ حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں۔ پس ہمارا مدعا ثابت ہو گیا کہ حضرت عبادہ کی حدیث مقتدی کے ہاتھ
 میں نہیں بلکہ امام اور منفرد کے حق میں ہے کہ ان پر سورۃ فاتحہ اور ایک سورت یا دو تین آیتیں پڑھنا واجب ہے مقتدی کے ذمہ
 امام کے ساتھ قرأت واجب نہیں اور اگر کسی لفظ سے وجوب کا شبہ بھی ہوتا تھا تو حدیث عبادہ میں ابو داؤد کے اس لفظ سے پرشہ
 دور ہو گیا (ان کنتم لا بد فاعلمین فلا تفعلوا الا بام القرائن) فیض مستقیم (۲۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم ضرور ہی امام
 کے پیچھے قرأت کرنا چاہتے ہو تو سورۃ فاتحہ کے سوانہ پڑھو۔ اس سے ہر شخص خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہ عزمان وجوب کا ہے یا محض
 جواز کا۔ پھر جواز کو بھی سکتہ امام کے ساتھ مقید کرنا ضروری ہے کیونکہ چہری نماز میں ساتھ ساتھ قرأت کرنا نفس قرآن اور حدیث انصاف
 کے خلاف ہوگا۔ تیسری دلیل صاحب تکمیل نے یہ بیان کی ہے۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی صلوۃ لم یقرأ فیہا بام القراکن فیہ خداج ثلثا غیر تمام فقیل لا ای ہریرۃ قال لکن
قد اراد امام فقال اقرأ بما فی نفسك (مسلم شریف)

یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ایسی نماز پڑھے جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے وہ نماز ناقص ہے (تین بار فرمایا) کامل نہیں۔ ابو ہریرہؓ کے شاگرد نے کہا کہ ہم (کبھی) امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ (ایسی حالت میں) سورۃ فاتحہ اپنے دل میں پڑھ لیا کرو۔ اس کے بعد مؤلف نے لفظ خداج اور تمام کے معنی میں بحث کی ہے مگر ہر سجدہ آدمی سمجھ سکتا ہے کہ حدیث کا ہمتا حصہ مرفوع ہے اس میں مقتدی کا کوئی ذکر نہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد کا سوال بتلاتا ہے کہ مقتدی کے ذمہ قرأت کا واجب ہونا اس کے نزدیک بھی حدیث سے مفہوم نہیں ہوا اور نہ قرأت خلف الامام اس کے نزدیک معروفت تھی اسی لئے تو سوال کی ضرورت ہوئی پھر حضرت ابو ہریرہؓ کے جواب کو مؤلف نے اس پر محمول کیا ہے کہ امام کے پیچھے آہستہ سورۃ فاتحہ پڑھ لی جائے۔ مگر اقرابہائی نفسک اس مفہوم میں صریح نہیں ہمارے نزدیک مطلب یہ ہے کہ دل دل میں پڑھ لیا کرو۔ اور ہم بتلاچکے ہیں کہ عرفاً قرأت عکسی کو بھی قرأت کہا جاتا ہے۔ اس حدیث سے سورۃ فاتحہ کی رکعت ثابت کرنا اور مقتدی کے ذمہ امام کے پیچھے اس کو واجب کرنا بردستی ہے۔

نصیب وغیرہ کی عبارتیں پیش کرنا اور شاہ ولی اللہ رحمہ کے قول سے استدلال کرنا ظاہر یہ کوزیرب نہیں دیتا اگر ان حضرات کے اقوال بہ کرنا تو بردستی ہے۔
(نوٹ: لکھنؤ، مکتبہ اسلامیہ)

حجت میں قیود سرے ملد کے اقوال میں حجت ہونا چاہئیں۔ جو فرماتے ہیں کہ اس کے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ بغیر فاتحہ کے نہ پڑھو۔
 ہوتی ہے فاتحہ کی رکعت پر کرنی دلالت نہیں بغیر فاتحہ کے نماز کو باطل کہنا حدیث کے خلاف ہے اس کے صرف فاتحہ کا وجہ
 ثابت ہوتا ہے اور حنفیہ قرات فاتحہ کو امام اور منفرد پر واجب کہتے ہیں۔ اور مقتدی کے لئے امام کی قرات کافی ہے وہ امام کی قیود
 کے ذریعہ سے حکماً قاری ہے جیسا مفصل گذر چکا ہے حدیث مسلم ابو داؤد میں صراحۃ مقتدی کو خاموش رہنے کا حکم ہے اور
 قرآن فائستوا۔ ہن قرآن میں حکم ہے واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا پس جواب ابو ہریرہ کا یہ مطلب نہیں کہ امام کے قیود
 قرات کرو بلکہ مطلب یہ ہے کہ دل میں پڑھتے رہو یا امام کے پہلے اور اس کے سکنت میں تنہا پڑھ لو ساتھ ساتھ نہ پڑھو۔
 اور فی نفسک کے معنی تنہا کے ہیں کہتے ہیں جیسا حدیث صحیح قدسی میں وارد ہے۔ من ذکونی فی نفسہ ذکرتی فی نفسی ومن ذکرتی
 فی ملاء ذکرتہ فی ملائخیں ملاء۔ جو کہ تنہا یاد کرے میں اس کو تنہا یاد کرتا ہوں اور جو مجھے جماعت میں یاد کرے میں اس کو جماعت
 سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں اس حدیث میں فی نفسہ کے معنی تنہا میں جیسا جماعت کے مقابلہ سے واضح ہے پس ابو ہریرہ کے چاہنا
 بھی یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ امام کے پیچھے تم تنہا سورۃ فاتحہ پڑھ لیا کرو اس کے ساتھ ساتھ نہ پڑھو اور اس کو کوئی منع نہیں کہ یا
 اس تاویل کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو امام بیہقی نے جزو القرات ص ۱۵ میں اور حاکم نے مستدرک ص ۲۴ میں
 حضرت ابو ہریرہ ہی سے ہائیں الفاظ روایت کی ہے۔

من صلی صلوۃ مکتوبہ مع الامام فلیقرأ أبغاً تحذیراً کتاب فی سکنتہ ۱۱

ما حمۃ اللہ البالغہ کا مطالعہ کرنے والا خوب جانتا ہے کہ شاہ صاحب فرض اور واجب دونوں کو رکن کہہ دیتے ہیں ملاحظہ ہو ص ۱۶
 جس میں ضم صورت کو بھی رکن قرار دیا ہے حالانکہ ضم صورت کسی کے نزدیک بھی فرض نہیں صرف حنفیہ کے نزدیک واجب ہے شاہ صاحب
 حمۃ اللہ البالغہ ص ۲۴ میں فرمایا ہے وان کان ما مومنا وجب علیہ الانصات والاستماع فان جهر الامام لم یقرأ الا عند منکاتہ
 وان خافت قلبہ الخیرۃ فان قرأ فلیقرأ الفاتحۃ قرأۃ۔ دیشوش علی الامام وھذا اولی الاقوال عندی ذبحہ مجمع بین
 والسم فیہ مانفس علیہ من ان القراءۃ مع الامام تشوش علیہ وتفتوت التدبر وتخالفت تعظیم القرآن ولم یعم علیہ من
 یقر و من الاون العاصۃ حتی الادوان یخول الحرفون باجمعہم کانت لھم لجة مشرۃ ۱۱۔

(سرحند) اگر نمازی مقتدی ہو تو اس پر خاموش رہنا اور سننا واجب ہے اگر امام (قرأت) جہر سے پڑھے تو مقتدی
 قرات نہ کرے مگر سکنت کے وقت اور اگر قرات سری کر رہا ہے تو مقتدی کو اختیار ہے اگر قرات کرنا چاہے تو سورۃ فاتحہ اس طرح پڑھے
 کہ اس کی قرات سے امام کو تشویش نہ ہو۔ میرے نزدیک سب اقوال میں یہ سب سے بہتر ہے کہ جہری نماز میں مقتدی سکنت امام
 میں قرات کرے اور سری میں تشویش سے بچ کر قرات کرے۔

اسی طرح اس باب کی تمام حدیثوں کو جمع کیا جا سکتا ہے اور اس میں راز یہ ہے جسکی تصریح بھی حدیث میں ہے کہ امام کے ساتھ
 قرات کرنا اس کو مشور کرنا ہے اور اس سے تدبیر فی ستران فوت ہوتا ہے اور یہ صورت تعظیم قرآن کے بھی خلاف ہے اور سری نماز
 میں بھی مقتدیوں پر لازم نہیں کی گئی کیوں کہ عوام جب سب مل کر صحیح طور سے حرکات کو ادا کرتے ہیں تو اس سے بھی ایک تشویش
 گونج پیدا ہوتی ہے ۱۱۔ یہ ہے شاہ ولی اللہ صاحب کا مسلک قرات خلف الامام کے بارے میں اگر ان کا قول حجت ہے تو
 تکمیل کرانے کے بعد بولنے کا حق نہیں ۱۲

ظاہر ہے۔ اس کے بعد آپ کا ارشاد الا ان یقر احدکم بفاتحة الكتاب فی نفسه بھی ہماری دلیل ہے کیوں کہ اس میں قرآن کی قید موجود ہے کہ سورۃ فاتحہ دل دل میں پڑھ لیا کرو۔ یا اس کے معنی منفرد کے ہیں یعنی امام کے ساتھ نہ پڑھو اس کے پیچھے اس کے ساتھ میں پڑھ لیا کرو۔ اور ہم حدیث قدسی سے فی نفسه کا بمعنی منفرد آنا بتلاچکے ہیں۔ مولف تکمیل کا یہ دعویٰ کر فی نفسه کے معنی آہستہ پڑھنے کے قابل قبول نہیں علماء ماکلیہ میں سے بعض اجلہ علماء نے حدیث ابو ہریرہؓ پر اقرا بھائی نفسك کی تفسیر میں یہی کیا ہے کہ سورۃ فاتحہ دل دل میں پڑھ لیا کرو (شرح مسلم للنووی فتح الملہم) پھر ہم بتلاچکے ہیں کہ نبی کے بعد استشارة و وجوب کے لئے نہیں ہوتا صرف اباحت کے لئے ہوتا ہے تو اس حدیث سے مقتدی کے لئے قرارت فاتحہ کا صرف جواز ثابت ہو گا نہ کہ وجوب اور یہ صاحب تکمیل کے لئے مضر ہے کیوں کہ وہ تو فریست اور رکیز کے مدعی ہیں اور اس حدیث سے مقتدی کے حق میں رکیزیت تو کجا وجوب بھی ثابت نہیں ہوتا۔

پانچویں دلیل حضرت انسؓ کی حدیث ہے جس کا مضمون وہی ہے جو اس سے پہلے حدیث میں صحابی مجہول کی حدیث کہلے اس میں بھی وہی فی نفسه کا لفظ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تین بار دریافت فرماتا بھی کیا تم نماز میں امام کے ساتھ ساتھ قرأت کرتے ہو؟ تم بتلاچکے ہیں کہ حدیث اہل میں حنفیہ کی دلیل ہے جس کو بطور مغالطہ کے اہل ظاہر اپنی دلیل بنانا چاہتے ہیں۔ پھر اس حبان نے کتاب الضعفاء میں ابن سالم کے واسطے سے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقرأت الامام لہ قرأت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے لئے کوئی امام ہو اور یہ اس کا مقتدی ہو تو امام کی قرأت اس کے لئے بھی قرأت ہے حبان نے ابن سالم میں کلام کیا ہے مگر فقر میں اس کو ثقہ کہلے۔ اور تہذیب التہذیب میں ہے قال ابو حاتم لا بأس بہ مثلاً ج ۹ ابو حاتم نے کہا اس میں کوئی بات نہیں ہے۔ اور یہ لفظ توثیق کے لئے مستعمل ہے اگر نافع بن محمد کو فہمی کے قول سے ثقہ کہا جاسکتا ہے تو ابن سالم کو ابو حاتم کے قول سے بدرجہ اولیٰ ثقہ کہا جائے گا پس دونوں حدیثوں کے ملائے سے ہمارے قول کی تائید ہوتی ہے کہ اس حدیث سے مقتدی کے لئے جواز قرارت ثابت ہوتا ہے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ اور جواز میں اس طرح کہ دل دل میں پڑھے یا امام سے پہلے یا اسکے امام میں پڑھے ساتھ ساتھ نہ پڑھے۔

چھٹی حدیث صاحب تکمیل نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے پیچھے قرأت کرتے ہو؟ صحابہ نے کہا ہاں ہم جلدی جلدی پڑھتے جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا ایسا نہ کرو مگر سورۃ فاتحہ (پڑھ لیا کرو) پھر عروان المعبرود سے نقل کر دیا کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند امام بخاری وغیرہ کے نزدیک حجت ہے۔ مغالطہ اور دھوکہ دینا اسی کا نام ہے ان کو عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کا حجت ہونا بعد میں ثابت کرنا تھا پہلے یہ بتلانا ضروری تھا کہ امام بخاری یا بیہقی سے عمرو بن شعیب تک راویوں کا کیا حال ہے؟ اگر جزو القراءت بخاری اور بیہقی کو اچھی طرح دیکھ لیا جاتا تو معلوم ہو جاتا کہ عمرو بن شعیب سے روایت کرنے والا ضعیف ہے قال البیہقی ومحمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عیروان کان غیر محتج بہ وکن الک بعض من تقا ممن رواہ عن عمرو بن شعیب فلم یقرأت الماصوم فاتحۃ الكتاب فی سکتۃ الامام شواہد صحیحۃ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ خیرا عن نعاسم۔ وعن ابی ہریرۃ وغیرہ من فتاہم (مسند)

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اگرچہ محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عیروان سے حجت نہیں قائم ہو سکتی کیوں کہ وہ ضعیف متروک ہے بعض محدثین نے ان کو کاذب بھی کہلے (اسان ص ۲۱۶ ج ۵) اسی طرح بعض اور لوگ بھی جو اس کو عمرو بن شعیب سے روایت کرتے ہیں (ان سے بھی حجت قائم نہیں ہو سکتی) ان سے بھی حجت قائم نہیں ہو سکتی۔

نہیں ہو سکتی، مگر امام کے سکتے ہیں مقتدی کی قرات فاتحہ کہتے عبداللہ بن عمر و ابو ہریرہ وغیرہ صحیح روایات میں ان کے نقل احمد فتویٰ کا بیان موجود ہے اور۔

اس میں امام بیہوشی لے فیصلہ فرمادیا کہ عبداللہ بن عمر و حضرت ابو ہریرہ وغیرہ سے اس باب میں حدیث مرفوعہ ثابت نہیں صرف ان کا فعل اور فتویٰ کا ثابت ہے اور وہ بھی مطلقاً نہیں بلکہ امام کے سکتے ہیں مقتدی کی قرات کو جائز فرماتے ہیں اور اس حنفی بھی منع نہیں کرتے وجہ پر کوئی دلیل نہیں۔ جیسا مفصل بیان کر چکا۔ پس یہ بھی ہماری دلیل ہے۔

ساتویں دلیل میں عبادة بن الصامت رحمہ کی حدیث بھی کو پھر بیان کر دیا ہے جتنا کہ حدیث پڑھنے پڑھانے والے جانتے ہیں کہ جب صحابی ایک ہے تو حدیث ایک ہوگی اس کو چند احادیث قرار دینا صحیح نہیں ہم بتلا چکے ہیں کہ حدیث عبادہ منقطع ہے اس کے طرق میں سے اگر کسی طریق کو ترجیح نہ ہوتی تو وہ قابل قبول ہی نہ ہوتی مگر جب ایک طریق کو ترجیح دیدی گئی تو یہی طریق مجتہد ہے بقیہ طرق محبت نہیں ہو سکتے اور ان طرق میں سے وہی طریق راجح ہے جس کو امام مسلم و بخاری نے صحیح میں اختیار کیا ہے اور اس میں مقتدی یا امام کا کچھ ذکر نہیں صرف اتنا مضمون ہے کہ جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں اور اس سے کسی کو انکار نہیں امام اور منفرد پر ہمارے نزدیک بھی قرات فاتحہ واجب ہے اور اس معنی پر اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور سفیان بن عیینہ اور امام زہری جیسے ائمہ حدیث سے محمول کیا ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ صحابی اور دوسرے صحابہ نے بھی اس کا یہی مطلب سمجھا ہے۔ اس طریق صحیح کے علاوہ حدیث عبادہ رحمہ کے متنبہ بھی طرق ہیں سب مروج اور ناقابل قبول ہیں پھر جس کتاب حدیث کے یہ الفاظ تکمیل البرہان میں نقل کئے گئے ہیں وہاں سے نصیح اور تضعیف کچھ نقل نہیں کی گئی اور جس کتاب حدیث کی توشیح نقل کی گئی ہے اس سے حدیث کے الفاظ نہیں لئے گئے۔ کیوں کہ اس کے الفاظ مؤلف تکمیل کے خلاصہ اور حنفیہ کے لئے مفید تھے۔ جمع الزوائد کے الفاظ ہیں اور۔

من ترا خلف الامام فليقرأ بفاتحة الكتاب (ص ۱۸۶) یعنی جو شخص امام کے پیچھے قرات کرے وہ سورۃ فاتحہ پڑھے لے اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام کے پیچھے قرات فاتحہ لازم نہیں جو پڑھنا چاہے وہ پڑھ سکتا ہے اور ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن العاص کی روایتوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی اپنے دل میں سورۃ فاتحہ پڑھ لیا یا امام کے سکتے ہیں پڑھ لے اور اس کو کوئی بھی منع نہیں کرتا۔

حدیث نویں اور دسویں۔

اس کے بعد نویں اور دسویں حدیث بھی حضرت عبادہ رحمہ ہی کی حدیث ہے اور دونوں جزو القرات بہیقی سے نقل کی گئی ہیں۔ میں بتلا چکا ہوں کہ حدیث عبادہ حدیث مضطرب ہے اور حدیث مضطرب کے جس طریق کو ترجیح ہو جائے وہی مقبول باقی ناقابل قبول ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اس حدیث کا وہی طریق راجح ہے جس کو امام بخاری و مسلم نے اختیار کیا ہے۔ پھر صاحب تکمیل نے اس حدیث کو جزو القرات بہیقی سے نقل کر دیا مگر نہ دیکھا کہ جس وقت محمد بن سلیمان بن فارس نے اس حدیث کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب خلف الامام ہی وقت ابو الطیب محمد بن احمد ذہبی نے ان کو تو کا قال قلت لمحمد بن سليمان خلف الامام قال خلف الامام مثلاً کیا اس حدیث میں خلف الامام کی ہے؟ کہا ہاں۔ اور محمد بن احمد ذہبی ثقفی ہے اس کا اس لفظ پر انکار کرنا خود بتلا تھا ہے کہ اس کے نزدیک یہ زیادت منکر ہے جس کا قرینہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں امام زہری بھی ہیں اور زہری کا مذہب موطا امام مالک وغیرہ سے معلوم ہو چکا،

کہ ایک جہری نماز میں مقتدی کو امام کے ساتھ قرات جائز نہیں۔ تفسیر طبری میں بھی بروایت ثقات زہری کا یہ قول مذکور ہے کہ جس نماز میں امام جہر کرے مقتدی قرات نہ کرے اگرچہ امام کی قرات نہ سنے ہاں جس نماز میں امام جہر نہ کرے مقتدی اپنے دل میں آپستہ قرات کرے جس نماز میں امام جہر کرے اس میں کسی کو قرات جائز نہیں نہ خود سے نہ آپستہ ص ۱۲

اگر اس حدیث میں انھوں نے لفظ خلف الامام روایت کیا ہوتا تو جہری نماز میں امام کے پیچھے قرات کرنے سے کیوں منع کرتے؟ پس یا تو یہ زیادت شاذ ہے جیسا ابوالطیب ذہبی کے سوال کے مفہوم پر ہے یا یہ حدیث مسبوک کے متعلق ہے جو امام کے بعد اپنی بقیہ رکعتیں پوری کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ مسبوک اگر امام کے بعد بقیہ رکعتیں ادا کرتے ہوئے سورہ فاتحہ نہ پڑھے گا تو اس کی نماز نہ ہوگی اور مسبوک پر ہم بھی سورہ فاتحہ کی قرات کو واجب کہتے ہیں اور لفظ خلف کا معنی بعد میں مستقل ہونا قرآن کے ثابت ہے ملاحظہ ہو تفسیر آیت فاعلمنا صانکنا لالما بین یدینا وما خلفنا۔ دہم نے اس واقعہ کو عبرت بنا دیا ان لوگوں کے لئے جو اس کے سامنے تھے اور ان لوگوں کے لئے جو اس کے بعد آئے والے تھے۔ تفسیر طبری ص ۱۲۵ (۱۲) رہا امام بیہقی کا یہ فرمانا کہ اس کی سند صحیح ہے تو اس سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا کیوں کہ حدیث شاذ وہی ہے جس کے راوی سب ثقہ ہوں مگر کسی ثقہ نے جماعت ثقات کے خلاف کیا ہو۔ پھر امام بیہقی کا یہ فرمانا کہ اس حدیث میں خلف الامام کی زیادتی ویسی ہی جیسی مکحول کی روایت میں (لا نقأ والابام التنا آن کی) زیادتی ہے تو مکحول کی اس زیادت کا حال ہم بتلاچکے ہیں کہ امام احمد اور یحییٰ بن عیین وغیرہ ائمہ حدیث نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ پھر یہ فرمانا کہ یہ حضرت عبادہ رحمہ سے بوجہ چند صحیح مشہور ہے تو یہ ویسی بات ہے جو علامہ ابن قیم نے فرمائی ہے کہ صحیح ہے کہ یہ حضرت عبادہ رحمہ کا قول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں سہی کا ہم نے کب انکار کیا؟ کہ بعض صحابہ قرات خلف الامام کے قائل تھے مگر چونکہ ان کا قول خلاف نص قرآن اور خلاف حدیث صحیح ہے اس میں تاویل کی جائے گی کہ وہ دل دل میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہونگے یا سکتے امام میں، اور ترجیح ان صحابہ کا قول کو دی جائے گی جو نص قرآن اور حدیث صحیح کے موافق ہے اور دوسری حدیث عبادہ رحمہ میں بھی امام اور غیر امام کی زیادت صحیح نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کی نماز نہیں جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے خواہ امام ہو یا غیر امام ہوتے کیوں کہ اس کی سند میں احمد بن حنبل و مشقی معروف باہن جو صلہ ہے جس کی بابت حافظ ابن منذر نے حمزہ کثانی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس سے روایت کرنا چھوڑ دیا تھا اور فرمایا میرے پاس ابن جوصا کی روایات کے دو سوجز ہیں کاش وہ سفید ہی ہوتے اور حاکم نے زبیر بن عبد الواحد اسدی سے نقل کیا ہے کہ میں نے ابو علی کی کوئی لغزش نہیں دیکھی بجز اس کے کہ وہ عبد اللہ بن وہب و زہری اور ابن جوصا سے روایت کرتے ہیں اھ۔ اس کی سند میں محمد بن ابی السری بھی ہے جو غالباً مستطانی ہے وہ باوجود خلاف کے بہت غلطی کرتا اور منکرات روایت کرتا ہے ذہبی نے میزان میں اس کی ایک حدیث منکر بیان کر کے فرمایا ہے کہ اس کی اور بھی منکرا حدیث ہیں پس اس روایت میں امام اور غیر امام کا لفظ یا ابن ابی السری کے منکر میں سے ہے یا ابن جوصا کے غرائب میں سے ہے اس سے حجت قائم نہیں ہو سکتی پھر اس میں مقتدی کا ذکر نہیں صرف امام اور غیر امام کا ذکر ہے تو غیر امام سے مراد منقرض ہے۔ مقتدی مراد نہیں کیوں کہ مقتدی کے ہائے میں صحیح حدیث ادا قرآن امام فالفترا (جب امام قرات کرے خاموش رہوں) میں خاموش رہنے کا صریح حکم وارد ہو چکا ہے اور یہی قرآن میں حکم ہے واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا اور ہم بتلاچکے ہیں کہ بالاتفاق یہ آیت قرات خلف الامام کے بارے میں نازل ہوئی ہے صاحب تخیل البرہان اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ حکم خداوندی اور صحیح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون رد کر رہا ہے وہ یا ہم؟ پھر اس پر ہے کہ تم انبیاء کیلئے کو حق و مبصر اور شریعت

یہ شخص مہم بالوضع ہے یعنی حدیث میں منکر ادا کرتا تھا

کا حکم دیا تو ہر دار قرار دے کر حنفیہ کے عوام و خاص کو مذہب پرست فرقہ بندی و استخوان فروشی کہتے ہوئے نہیں شریعتی۔ مسائل اختلافیہ کے جب کہ ہر فرقہ کے پاس دلائل موجود ہیں۔ دوسرے دینی اور غلات تہذیب بائیں لکھنا آپ ہی کو صلیک جو ہم کسی کو برا نہیں کہتے صرف اپنے مسلک کی تائید و تقویت پر اکتفا کرتے ہیں۔

آٹھویں حدیث حضرت عائشہؓ کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے۔ دسویں تکمیل نے اس کے ترجمہ میں بیکار کا لفظ اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ اس حدیث کا حاصل وہی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سے حاصل ہے اس سے مقتدی کے ذمہ قرات فاتحہ کو لازم کرنا ضروری ہے۔ کیوں کہ مقتدی کو امام کی قرات کافی ہے جس کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہم دے چکے ہیں مقتدی کے علاوہ امام اور منفرد کی نماز کو ہم بھی بغیر فاتحہ کے ناقص سمجھتے ہیں کیوں کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ان پر واجب ہے۔ مقتدی کے لئے قرآن اور حدیث میں انفصالت و خاموش رہنے کا حکم ہے وہ امام کی قرات کی وجہ سے حکماً قرات کر رہا ہے۔ حدیث صحیحہ میں صاف حکم ہے۔ انا جعل امام یوتر ہم امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے اور ساتھ ساتھ قرات کرنا اتباع نہیں ہے بلکہ اتباع امام ہے کہ مقتدی خاموش رہے اور اس کی قرات کرے امام کے ساتھ مقتدی کا قرات کرنا بقول شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تنظیم قرآن کے خلاف ہے۔

یہ دس حدیثیں بیان کر کے صاحب تکمیل نے ٹکڑے ٹکڑے کا ملکہ کا ملاح سر پر رکھ کر بڑی فحش فرمایا ہے کہ الحمد للہ قرات فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ نبی علیہ السلام کی ان دس حدیثوں سے باطن و وجہ حل ہو گیا۔ گویا حنفیہ کے پاس نہ قرآن کے کوئی دلیل ہے نہ حدیث سے۔ صاحب علم کو ایسی باتیں کرتے ہوئے شرمناک چاہیے کیا ان کو معلوم نہیں کہ حنفیہ بھی اس مسئلہ میں قرآن و حدیث ہی سے استدلال کرتے ہیں۔

اس کے بعد صاحب تکمیل البرہان نے صحابہ کے آثار بیان کئے ہیں میں بتلا چکا ہوں کہ جن احادیث سے انھوں نے استدلال کیا ہے وہ یا تو صحیح نہیں اور اگر صحیح ہیں تو قرات فاتحہ خلف الامام میں صریح نہیں اب آثار کو دیکھتے۔

پہلا اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے کہ ان سے یزید بن شریک نے قرات خلف الامام کا مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا سورۃ فاتحہ پڑھ لیا کرو۔ میں نے کہا اگرچہ آپ (امام) ہوں تو فرمایا اگرچہ میں (امام) ہوں۔ میں نے کہا اگرچہ آپ جبر کر رہے ہوں تو فرمایا اگرچہ میں جبر کر رہا ہوں اس کو دار قطن نے روایت کیا اور کہا اس کے راوی ثقہ ہیں سارے دوسری سند سے روایت کی کہ کہا کہ سند صحیح ہے اور ثقاہت بھی اس کو روایت کیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے روایتیں مختلف ہیں عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں موسیٰ بن عقبہ امام المغازی والیر سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما قرات خلف الامام کے منع فرماتے تھے اور یہ حدیث مرسلہ صحیحہ ہے اور امام محمدؓ نے اپنی موطا میں داؤد بن قیس فرار سے محمد بن عجلان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کاش اس شخص کے منہ میں پتھر پڑ جائے جو امام کے پیچھے قرات کرتا ہے اس کے سب راوی ثقہ ہیں مگر روایت مرسل ہے کیوں کہ غالباً محمد بن عجلان کا سماع حضرت عمرؓ سے نہیں ہے مگر مرسل اور منقطع ہمارے یہاں محبت ہے اور علامہ حلی نے عمدة القاری میں تصریح کی ہے کہ وہ مرسل صحیح اگر ایک حدیث موصول صحیح کے معارض ہوں تو وہ مرسل پر عمل کرنا اولیٰ ہے حدیث ۸۸۵ اور شاہ ولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب تکمیل کے سامنے طحاوی بھی ہے اور ممکن ہے موطا محمدؓ اور نصیب الزیہ زلیح بھی ہو اور عمدة القاری شرح بخاری طبعی بھی ہو

گویا ان کو حنفیہ کے دلائل حدیثوں میں نظر نہیں آئے اگر نظر نہیں آئے تو معلوم ہوتا ہے وہ عربی نہیں سمجھتے اور اگر نظر آئے تو پھر کس منہ سے حنفیہ کے مسلک کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بتلاتے ہیں؟

۱۳ ظ ۵

علاوہ انھما میں ایک مستقل باب تدریس مذہب عمر بن الخطاب کے لئے منعقد کیا ہے اس میں فرماتے ہیں :

قلت، وی اصل الکونۃ من اصحاب عمر انہما یمنان ان الامام و یقرآن شیانہ حضرت عمرؓ صاحب کوفہ کوئی بھی روایت یہ ہے کہ (حضرت عمرؓ کے نزدیک) مقتدی کو قرأت نہیں کہے گا۔ اس صورت میں پہلے ترجیح کے موافق رعایت محکم کو ترجیح ہوگی۔ فقد ثبت فی الاصول ترجیح الامام علی المبیع اذا انفصل فضا دیکوں کہ پہلے میں دلائل سے ثابت ہو چکا ہے کہ جب محکم اور بیع میں تعارض ہو محکم کو ترجیح دی جائے گی (خصوصاً جبکہ روایت تحریم نفس قرآن اور حدیث صحیح کے موافق ہے۔ یا دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جائے کہ ممانعت کی روایت اس صورت پر محمول ہے جب امام کے ساتھ ساتھ قرأت کرے اور قرأت کلاماً اجازت اس صورت میں ہے جب امام سے پہلے یا اس کے ساتھ میں یا سری نماز میں قرأت کرے جیسا حضرت ابو بکرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبادہ سے روایت پہنچی ہم اس کا ثبوت دے چکے ہیں اور ظاہر ہے کہ امام کے ذمہ نہ ہو سکتا واجب ہونے کی کوئی دلیل نہیں پس امر کو وجوب پر محمول نہیں کر سکتے جواز ہی پر محمول کیا جائے گا۔

دوسرا اثر حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کا ہے وہ فرماتے تھے پڑھو امام کے پیچھے ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور ایک سورت۔ دارقطنی نے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں تو کیا صاحب تکمیل البرہان مقتدی کے ذمہ سورۃ فاتحہ کے علاوہ ایک اور سورت پڑھنا بھی واجب کریں گے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو یہ خلاف اجماع ہے۔ جو لوگ قرأت خلف الامام کے قائل ہیں ان میں کوئی بھی مقتدی کے ذمہ فاتحہ کے علاوہ کوئی سورت پڑھنے کو واجب نہیں کہتا، خود اہل حدیث بھی اس کے قائل ہیں۔ اور اگر جواب نفی میں ہے تو حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا جواب دیں کیوں کہ اس میں فاتحہ اور سورت دونوں کے پڑھنے کا مقتدی کو حکم ہے۔ اور ہمارا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ سے بھی مختلف روایات ہیں۔ عبدالرزاق اور ابو بکر بن ابی خدیجہ نے اپنی مصنف میں حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کیا ہے۔

قال من قرأ خلف الامام فقد احفظ الفطرۃ۔ جو امام کے پیچھے قرأت کرے وہ فطرت (یعنی سنت) کے خلاف کرتا ہے۔ دارقطنی نے بھی اپنی سنن میں اس کو روایت کیا ہے جس کو مرسل شعبی کے ساتھ ہم بیان کر چکے ہیں اور اس کی سند میں کلام کیا ہے کہ قیس اور محمد بن سالم ضعیف ہیں مگر ان دونوں کو دوسروں نے ثقہ بھی کہا ہے اس لئے روایت کو رد نہیں کیا جاسکتا اور ابن ابی شیبہ کی سند میں یہ ضعیف راوی ہیں اس کی سند شرط صحیح کے موافق ہے بجز محمد بن الاصبہانی کے مگر اس کو علامہ ذہبی اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ اور قضایا کو اہل کوفہ دوسروں کے زیادہ جانتے ہیں کیوں کہ ان کا زمانہ خلافت زیادہ تر کوفہ میں گزرا ہے اس لئے ان کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ خصوصاً جب کہ یہ روایت کتاب اللہ اور حدیث صحیح کے موافق بھی ہے۔ اور امام عبداللہ بن یعقوب سند میں اپنی کتاب کشف الاسرار میں عبداللہ بن زید بن اہلم کے روایت کیا ہے وہ اپنے باپ (زید بن اہلم مولیٰ عمر بن الخطاب) سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ میں سے دس حضرات قرأت خلف الامام سے بہت سختی کے ساتھ منع کرتے تھے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ بن الخطاب اور عثمان بن عفان اور حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (عمدۃ القاری) جتنی سند مذکور ہے اس کے سب راوی ثقہ ہیں عبداللہ بن زید کو امام بخاری امام احمد نے ثقہ کہا ہے۔ اور محدثین سند کا جو حصہ حذف کر کے ہیں اس میں کلام نہیں ہر کرتا۔

پس ہر عریض اللہ رحمہ کی طرف فرج علی رضی اللہ عنہ سے بھی محرم کو بھیج دے ترجیح دے جائے گا۔ ہا ممانعت کو چاہی نماز
پہلے ادا جانتے کر مری غلطیہ محمول کیا جائے گا جس کی تائید جوہر القراءت سے بھی کیے اس اثر سے ہوتی ہے۔

عن علی رد قال من السنة ان یقرأ الامام فی التوحیدین الاولین من صلاة التوحید امام الکتاب ومسورة سرا فی قسمه
وینصرون من خلفه و یقرأون فی الفصل - حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا نماز کی سنت ہے کہ امام ظہر کی پہلی دو رکعتوں
میں سورۃ فاتحہ اور ایک شریعت آہستہ پڑھے اور اس کے پیچھے ولعنا موش ر میں دل دل میں پڑھیں امام ہمیشہ نے
اس کا حجت کیا ہے اور اس میں صاف تصریح ہے کہ مقتدی خاموش رہے یہ کہ اس سے سورۃ فاتحہ کے بعد شریعت
ملائے کا وجہ یہ بھی ثابت ہے جس کے اہل حدیث قائل نہیں حنفیہ قائل ہیں - تیسرا اثر اہل العالیہ کہتے ہیں کہ میں نے مگر میں
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ میں نماز میں پڑھوں ؟ فرمایا اس گھر کے (دیت اللہ کے) رب سے کچھ شرم آتی ہے کہ میں نماز پڑھوں
اور اس میں قرأت نہ کروں اگرچہ سورہ فاتحہ ہی ہو - اس کو امام بخاری نے جزو القراءات میں روایت کیا ہے - میں کہتا ہوں اس میں قرأت
خلعت ہر ما ذکر نہیں بلکہ مطلق قرأت کا ذکر ہے کہ نماز میں قرأت نہ وہ ہونا چاہیے اگرچہ سورہ فاتحہ ہی ہو - اس کو غیر مقتدیہ محمول
کیا جائے گا کیوں کہ ابوالعالیہ نے ہی مرسل روایت کیا ہے کہ لوگ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے قنایت واذا قرا لقرا ان فاستمعوا له
واغضوا بصرکم - فسکت القوم وقرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پھر یوگ خاموش رہتے اور بنی صلی اللہ علیہ وسلم قرأت کو کھنکھاتے
اور موطا مالک سے اسناد سانیہ کے ساتھ عبداللہ بن عمرؓ مذکور ہو چکے ہیں کہ جب اس سے سوال کیا جاتا کہ امام کے پیچھے قرأت
کی جائے ؟ تو فرماتے کہ امام کے پیچھے جو شخص نماز پڑھے اس کو اس کی قرأت کافی ہے اور جب تنہا نماز پڑھے تو قرأت کرنا چاہیے
اس کے بعد نافع نے کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے اور ہمیشہ بھی جزو القراءات میں سند صحیح کے ساتھ
قاسم بن محمد سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے خواہ وہ جہر کرتا یا نہ کرتا -

پس اللہ تعالیٰ کی یہ نہایت ان کے معارض نہیں ہو سکتی اس کو اس میں اور نفوذ و محمول کرنا نہ دیر سی ہے۔ پھر اس کا یہ لفظ اگر سورہ فاتحہ ہی ہو بتھا۔ تاہم کہ عبداللہ بن عباس کے نزدیک قرأت کے لئے سورہ فاتحہ متعین نہیں اور یہ صاحب تکمیل البرہان کریم ہے کیوں کہ وہ تعین فاتحہ اور اس کی کیفیت کے قائل ہیں۔ اس کے بعد کنز العمال سے حدیث عبداللہ بن عمر کا نقل کیا ہے اس میں کاتب نے مغل کی ہے وہ دراصل عبداللہ بن عمر بن العاص کا ترجمہ مغل ہے۔ (جہاں تقریرت الامام البیہقی ص ۱۱۱) اور اس کی سند میں مفتی ابن صلیح ضعیف ہے (تقریب ص ۱۱۱) پھر اس میں امام کنہی نے مغل قرأت کا ذکر نہیں بلکہ امام سے پہلے یا سکتے کی حالت میں پڑھنے کا ذکر ہے اور اس سے کسی کو بھی اٹھا نہیں۔ نیز اس میں یہ غلط بھی ہے من ملى مكتوبة او مسجدة فليقرأ بام القرآن وقرأنا معہ۔ جو شخص قرآن نماز پڑھے یا غل وہ سورہ فاتحہ بھی پڑھے اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی قرآن دے پڑھے۔ جس سے فاتحہ کے ساتھ ختم سورت کا وجہ صحت معلوم ہوتا ہے مگر اہل حدیث اس کے قائل نہیں اگر اس اثر سے مقتدی کے ذمہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب کی جیسے کائنات ایک سورت یا چند آیات کا پڑھنا بھی واجب ہو گا اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ پس یہ اثر اتفاقاً متروک العمل ہے۔

چوتھا اثر حضرت ابی سائب کا ہے کہ وہ امام نے بھیجے قرأت کرنے تھے مگر نہ یہ ہے کہ وہ امام سے پہلے یا اس کے سکنت میں قرأت کرتے تھا و اس کو ہم بھی منع نہیں کیاتے حسب سند ماثر میں اس کو صاف تھہر گیا ہے پانچوں اثر عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا ہے کہ قرأت لعن الامام کرتے تھے مگر یہ حسب تکمیل کے خود ہی کنز العمال سے حوالہ سے اس کی تشریح بھی نکل کر آئی ہے کہ وہ فرماتے تھے جب تو امام کے تھا

فان قرآن و احادیث میں ہر قسم کی قیادت فاحشہ و فاحشہ کی قیادت نہیں ہے جو روایت نص قرآن کے موافق ہو
اور جو نص قرآن پر زیادہ کو ثابت کرے کہ اس کو نص قرآن کے برابر نہیں کیا جاسکتا ہے ہم کہتے ہیں کہ فرض تو اتنی ہی قرات
ہے جو آسان ہو و جو کم از کم ایک آیت اور خبر و حدیث کی صورت میں نص کا ابطال لازم آئے گا اور
نص قرآن پر بھی عمل ہو گیا اور حدیث پر بھی۔ اور قرات فاحشہ کو فرض قرار دینے کی صورت میں نص کا ابطال لازم آئے گا اور
یہ گوارا نہیں کیا جاسکتا کہ خرو و خرو کے نص قرآن کے برابر کیا جائے اب صاحب تکمیل ابراہاں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ
مخالف دینے والا اور خبر واحد کی بناء پر نص قرآن کو باطل کرنے والا کون ہے وہ یا ہم؟ رہا یہ دعویٰ کہ قرآن اور حدیث میں قیاس
جو آسان ہو و جو کم از کم ایک آیت اور خبر واحد کی بناء پر نص قرآن کو باطل کرنے والا کون ہے وہ یا ہم؟ رہا یہ دعویٰ کہ قرآن اور حدیث میں قیاس
زیادہ آسان شہدہ فاحشہ کیوں کر ہو سکتی ہے جس میں وہ جگہ حریف صاحب ہے جس کا تعلق پڑھنا عوام کو و عام خواص کو بھی دشوار ہے اور

ہر کی دہم سے اب تک ہنگامہ ہر ایک کے ضد و مضار کا ہے یا شاید دال علامہ شعرانی شافعی میزان میں فرماتے ہیں:-
مرحمہ اللہ ابی حمید حیث سیر میں لفظ الرحمن والواجب و بین معناہما فجعل عارفہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ معارفہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان کان لا یلتزم من الہوی الا بما مع اللہ تعالیٰ و نص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحسب
رفع ساری تشریح ساری علی نفس یومہ و لو کان ذالک ہا ذلک تعالیٰ ولم یلتزم فی فالحک من جعل الفرض والواجب
متاخرین مقال الخلف لفظی ما الحق انما عند الامام الی حنیفہ متغافلان ما خلف معنی کما هو لفظی ما

(من فتح المالح ص ۲۷)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ پر ہی رحمتیں برس فرمائے نہ انھوں نے ذہن اور جب میں فرق کیا اور دونوں نے نفس الگ
الگ بیان کر دیئے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرض کئے ہوئے عمل سے اعلیٰ قرار دیا
اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہی خدا ہمیشہ سے کچھ نہیں دیتے امام ابو حنیفہ نے اللہ تعالیٰ کا اب ملحوظ رکھا اور اس پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھی امام ابو حنیفہ کی تعریف کرتے ہیں کہ آپ کو بھی پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تشریح کو آپ کی تشریح سے بلند
رہے میں رکھا جسے اگرچہ آپ کی تشریح بھی اللہ تعالیٰ کی اہمیت سے ہے اس نکتہ کی ذرا ن کوئی کی نظر نہیں پہنچی جو فرض و واجب کو
ملا کر سمجھتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک فرض و واجب کا درجہ ایک دوسرے سے کہے دو فوٹوں میں لفظی فرق کے ساتھ
مادی فرق بھی ہے اور۔ صاحب تکمیل ابراہاں نے علامہ شعرانی کا ایک قول نقل کیا ہے اس کے ساتھ اس قول کو بھی ملا کر دیکھیں حقیقت
وضوح ہو جائے گی کہ اس حدیث کے انکلام کو برسرِ راجح نہیں ہو سکتا قرآن سے ثابت ہو اس کو فرض اور جو حدیث سے ثابت ہو اسے
واجب کہا جائیے۔

لور ڈیجیٹل رائٹنگ کے تحت کہ وہ اس کے نیچے قرات کا کر تے ہیں اس میں شوق فاحشہ کا ذکر نہیں۔ نہ یہ تصریح ہے کہ
اس کے ساتھ ساتھ بخاری میں قرات کا کر تے ہیں یا نہ کر تے ہیں اور جہی نماز میں امام کے سکناات میں۔ پس اس میں
اہل حدیث کے لئے کوئی جوت نہیں ہم متدین ہیں نہ میں بخاری میں خود راجح بھی شامل ہیں قرات خلف الامام سے
بہتر سمجھتی کے ساتھ ساتھ قرات کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذرا دل و دستہ الیہ والنسب۔ اور حدیث صحیحہ اذات الامام
و المستوا کے موافق ہے کہ قرآن یہ ہے کہ اس کو سنو و خاموش رہو و جب۔ قرات کرے تم خاموش رہو پس قرآن کی
کوہوئی حضرت عائشہ کے قول کے ساتھ ایک وحدہ بشیخہ کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ اس میں تاویل کی جائے گی کہ مری نماز

کے نزدیک مقتدی کو قرات نصف الامام جائز تھی۔ اور وہ اب تک قرات نصف الامام کے عادی تھے جسے تو حضرت عبادہ کی قرات پر انکار کیا تو ایک سوال سے قرات نصف الامام کا ثبوت ہو گیا تو اس سے اہل حدیث کا منگی کیہ کر ثابت ہو سکتا ہے۔ جب کہ اسی اثر سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس سوال کے سوا دوسرے صحابہ قرات نصف الامام کے قائل نہ تھے۔

بارہوں اثر عبد اللہ بن عباس کہے کہ رسول نے فرمایا امام کے پیچھے سورۃ نہ پڑھ یا کہو۔ پھر اسی کو عزیز ابن حریش کے واسطے سے نقل کیا گیا ہے۔ اس کی سند میں ابو ہریرہ باری ہے جس پر دو تفسیری روایات ہیں انور میں نے جرت کی ہے۔ اور ابو البرقانی اور ابن السرخسی نے کہا کہ اب کہا ہے۔ اور ابن ابی اسرار نے اس کو منقطع کیا ہے یعنی روایت میں تڑپڑ کرتا ہے۔ اس پر غفلت غائب تھی۔ ہم ابو ہریرہ کے واسطے سے عبد اللہ بن عباس کی روایت نقل کر چکے ہیں کہ ان سے سونے کی کیا نسبت امام میرے آنے کے بعد تو میں بھی قرات کر یا کروں؟ فرمایا نہیں۔ اس کی سند میں ہے۔ بربر عباس سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ رسول نے صل منہ حبیبہ وسلم نے فرمایا تم کو امام کی قرات کافی ہے خود وہ آپ سے پڑھے یا نہ پڑھے۔ اس کی سند میں ہے۔ میں یہ روایت کو رد کیا جلتے اور دوسری کو قبول کیا جائے جو بھی نص قرآن اور اقوال ائمہ و اسامیہ و المستمل اور حدیث صحیحہ اور اقوال امام غانصتوں کے موافق ہے۔ یا دونوں کو اس طرح جمع کیا جائے کہ عبد اللہ بن عباس مقتدی کے حق میں قرات کو فرض نہیں سمجھتے تھے۔ امام کی قرات کو اس کیلئے کافی سمجھتے تھے اور نماز جہری میں امام سے پہلے یا سکتے کے وقت قرات کو مستحب مانتے تھے اسی طرح غزالی میں بھی۔ اور اس سے حنفیہ بھی مستحب نہیں کہتے جیسا مفصل اور بارگور چکا ہے۔

تیسرے اثر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جو فریم کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن مسعود کو امام کے پیچھے پڑھتے ہوئے سنا۔ صاحب تمکیم کو یہ اثر نقل کرتے ہوئے شرمناک ہوا ہے۔ کیونکہ اس میں سورۃ فاتحہ کا ذکر ہے نہ کسی اور سورۃ کا، ممکن ہے وہ شانہ میں سبھا نیک العزم و بھوک اذہ اور الی محنت و جہد ملذس فطر اسرار واداء فی حنیفا و ملائسا من الشک پر رہے ہوں جو مقتدی امام کی قرات سے پہلے پڑھا کرتا ہے۔ اس میں یہ کہا ہے کہ وہ امام کی قرات کے ساتھ کچھ پڑھتے تھے۔ عبد اللہ بن مسعود اور ان کے اصحاب کا مذہب مشہور ہے کہ وہ قرات نصف الامام سے بہت سختی کے ساتھ منع کرتے تھے۔ چنانچہ ہم پہلے اسی طرح واضح کر چکے ہیں۔ ہاں اگر امام لسانی (خط خاں جاہل) جو تو اس کے پیچھے مقتدی کو قرات کی اجازت دیتے تھے۔ اور اس کے بعض فقہاء حنفیہ بھی قائل ہیں۔

دری الطہالی می انکس بسنہ رجاءہ ثقات من ال مسعود امہ مال یا ملائق لاسنہ خلفہ و امہ لان یکون اما مال لا یقل و جمع الزائد اسی الا ان یکون الامام لیسنا یجوز للمقتدی ان یدر احد و هذا وھ ذھب الیہ بعض اصحابنا۔ (عمدة القاری)

طریق لے یہ روایت ثقات عبد بن مسعود سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا۔ سے فلاں امام کے پیچھے قرات نہ کرنا۔ مگر یہ کہ امام قاری۔ سورۃ اُمی ہو نو قرات کر یا کروں منع کر دے۔

اس کے بعد صاحب تمکیم کے نزدیک ایک جہت نقل کر دی ہے کہ حدیث عبادہ حدیث حسن صحیح ہے اور اصحاب رسول وغیرہ کثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے ان ہی میں سے حضرت عمر فاروقؓ و جابر بن عبد اللہ و عمر بن حصین رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ ان سب کا یہ روایت کی ہے کہ جیر سورۃ فاتحہ کے بعد پڑھنے کی ہیں بالکل میکار ہے۔ اور مگر حدیث عبادہ کے الفاظ نقل نہیں کئے اس کے اعطایہ میں۔

عہ لا یحکم فی مسئلہ کا یہ ترجمہ ایک دہندہ ہے اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ بغیر فاتحہ کے نماز بکافی نہیں۔

جس کی روایت کو سنی اور اہل حدیث بار بار مجھنے میں پیش کرتے ہیں حجاج بن ارقم سے امام مسلم نے مرقاۃ روایت کی جو امام بخاری نے تصنیف میں سے استنبہاد کیا ہے شعبہ میں کی بہت تعریف کی گئی تھی اس طرح حماد بن زہد اور سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری نے بھی کتب حفظ اور حفظ حدیث کی تعریف کی ہے جملہ ائمہ حدیث اس سے روایت کرتے ہیں ترمذی نے اس کی بعض احادیث کی تصحیح کی ہے اندر اکثر کی تحبیر کی ہے اور اس سے روایت کرنے والا سلمہ بن الفضل بھی ثقہ ہے یحییٰ بن معین نے اس کی توثیق کی ہے حجاج بن اسلم اور ابن سعد اور امام احمد نے اس کو ثقہ کہا ہے۔ پس جہاں اس کی روایت سے احتیاج کرنا اور حجاج بن اسلم کی روایت سے احتیاج کرنا انصاف سے بعید ہے اور لیکن مذہب کی حمایت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس کے بعد صاحب تکمیل نے تابعین کے فتویٰ بھی نقل کئے ہیں گواہ ظاہر کو تابعین کے اقوال سے احتیاج کرنا زیب نہیں دیتا اس کے نزدیک حدیث مرفوعہ کے سوا قول صحابی بھی حجت نہیں ہے۔

سب سے پہلے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ نقل کیا ہے مگر ترجمہ نہیں کیا کیوں کہ وہ مولف کے خلاف تھا مگر اس کا یہ ہے کہ اس کے بعد ابن عثمان بن یثیم نے سوال کیا کہ کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں؟ فرمایا ہاں اگرچہ اس کی قراءت کو سنتے بھی ہو تو گویا ابکل نیا طریقہ نکالا ہے جو سلف نہیں کرتے تھے۔ سلف کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی امام قناتھا وہ تکبیر و تحمیک سے کہہ کر خاموش رہتا تھا یہاں تک کہ اس کے خیال میں مقتدی اس کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھ چکے ہوں پھر وہ قراءت شروع کرتا اور لوگ خاموش رہتے۔

میں کہتا ہوں اس اثر میں سلف کا وہ طریقہ بیان کیا ہے اس میں تصریح ہے کہ وہ امام کے ساتھ قراءت نہ کرتے تھے بلکہ مسکت امام میں قراءت کرتے اور امام کی قراءت کے وقت خاموش رہتے تھے اور اس صورت میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا اس میں قراءت کو ہم بھی جائز کہتے ہیں اور وجوب کی کول دلیل نہیں کیوں کہ امام پر مسکت طویل کا واجب ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ علامہ ابن تیمیہ کے حوالہ سے اس کا ذکر کر چکے ہیں اور خود سعید بن جبیر کا جواب، بیان کیا گیا ہے اس کے خلاف مصنف ابن ابی شیبہ میں واسطہ ہشتم کے سعید بن جبیر کا یہ فتویٰ مذکور ہے کہ ان سے قراءت خلف الامام کی بات سوال کیا گیا تو فرمایا امام کے پیچھے قراءت نہیں ہے اور اس کے سبب ماورس ثقہ میں جن سے اصحاب صحاح نے احتجاج کیا ہے۔ پس اس کا حوالہ دینا نفس قرآن اور حدیث صحیحہ اذافر الامام ذلفستوا کا موافق ہوگا وہی مانج اور صحیح ہوگا اس کے بعد امام ابو حنیفہ کے استاد حماد بن ابی سلیمان کا فتویٰ نقل کیا گیا ہے کہ اس سے نماز ظہر اور عصر میں صاحب تکمیل نے یہ جملہ حذف کر دیا ہے مخالف دینا اس کو کہتے ہیں۔ فرمایا سلف امام کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا سعید بن جبیر پڑھتے تھے میں نے کہا آپ کا فتویٰ کیا ہے؟ فرمایا میں بھی اس کو پسند کرتا ہوں کہ قراءت نہ کرو۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سعید بن جبیر صرف ظہر و عصر میں قراءت خلف الامام کے قائل تھے اسی کو حماد نے پسند کیا اور ایک روایت میں جس کو صاحب ہدایہ نے امام محمد سے نقل کیا ہے امام ابو حنیفہ نے بھی اس کو پسند کیا ہے کنگرہ صرف اس صورت میں ہے کہ امام قراءت جہر سے کر رہا ہو اس کے متعلق صاحب تکمیل کا پاس کوئی دلیل نہیں کہ اس حالت میں بھی مقتدی پر قراءت واجب ہے۔

اس کے بعد یحییٰ شامی کا فتویٰ نقل کیا گیا ہے مگر ظاہر ہے کہ مکحول نے صرف دو تین صحابہ کو دیکھا ہے ان کے فتویٰ کی محمد بن جریر کے فتویٰ کے سلسلے کو حیثیت نہیں۔ جو فرماتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے قراءت کرنے کو سنت نہیں سمجھتا یہاں مذہب صحیح بن ابی شیبہ کے حوالہ سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ رہا امام بخاری کا جو قراءت میں یہ فرمانا کہ تابعین میں سے

ظان کلجی (دیکھو حضرت) قرارت خلف الامم کے قائل و عامل تھے۔ اس کے متعلق سند و الفاظ کا سامنے ہونا ضروری ہے کیونکہ ممکن ہے وہ حضرات نماز سری میں یا جہری کے سکنت امام میں قرارت کے قائل ہوں اور اس کو ہم بھی منع نہیں کرتے امام بخاری نے بہت سے صحابہ اور تابعین کا نام قرارت خلف الامم کے قائل میں شمار کر دیا ہے حالانکہ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مطلقاً اس کے قائل نہ تھے بلکہ سری میں یا جہری کے سکنت امام میں قرارت خلف الامم کے قائل تھے اور ہم بار بار بتلا چکے ہیں کہ اس صورت میں نزاع نہیں۔ چنانچہ صاحب تکمیل کے حضرت سعید بن حمید اور ابو سلمہ اور اس بصری کا فتویٰ اپنی تائید میں نقل کر دیا ساتھ لکھ اول و دوم سکنت امام میں قرارت کے قائل ہیں اور امام حسن بصری فی مصنف کی قید پر لکھتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ اپنے دل میں پڑھ لیا کر دس کو کوئی منع نہیں کرتا۔ صاحب تکمیل کا یہ ترجمہ کہ "آہستہ پڑھ لیا کر دس ہم پر حجت نہیں پھر حوالہ اہل سنت امام بخاری کے حوالہ سے یہی لکھ دیا کہ حسن بصری و سعید بن حمید اور سمیع بن مہزیار وغیرہ سبے شمار تابعین نے امام کے پیچھے قرارت کو پڑھنے کو پسند کیا۔ حالانکہ حسن بصری اور سعید بن حمید کے الفاظ سے سکنت امام کے وقت یا دل میں پڑھنے کی قید سامنے مذکور ہے مگر اس پر ابی رہا بات کا فتویٰ حنفیہ کے موافق ہے اہل حدیث کے موافق نہیں وہ دیکھتے ہیں کہ جب امام جہری کے قرارت کو تو مقتدی جہری کیسے اور امام کے سکنت میں سورۃ فاتحہ لکھا اور جب امام قرارت کیسے تو خاموش رہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ غلط فہمی ابی رہا کے نزدیک ایک تائید و توثیق ہے۔ فاستمعوا للقرآن و انصتوا لقرارت خلف الامم کے متعلق نازل ہوئی ہے اور مقتدی پہل امام کی قرارت کے وقت خاموش رہنا واجب ہے۔ رہا مجاہد کا فتویٰ کہ جو شخص امام کے پیچھے قرارت نہ کرے اس کو نماز کا عارہ کرنا چاہیے اس طرح سعید بن حمید نے فرمایا کہ جو اس میں سورۃ فاتحہ کا ذکر نہیں نہ اس کا ذکر ہے کہ امام کے ساتھ ساتھ قرارت کرے یا اس کے سکنت کے وقت۔ اس لئے اس سے حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ ہم نے گزشتہ اور ق میں امام احمد کا قول کتاب المغنی سے نقل کر دیا ہے کہ مقتدی کے ذمہ امام کے پیچھے قرارت کا واجب ہے۔ ہوا جماعی مسجد امام احمد فرماتے ہیں کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ جب امام قرارت کرے اور اس کے پیچھے مقتدی قرارت نہ کرے تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین اور اہل حق میں امام کا ایک اور اہل عراق میں سفیان ثوری اور اہل شام میں ابو زاعری اور اہل مصر میں لیث بن سعد ان سے کوئی نہیں کہتا کہ جس کے امام کے پیچھے قرارت نہ کی ہو اور امام نے قرارت کی ہو تو نماز باطل ہے احمد اس سے معذور ہوتا ہے کہ امام کے نزدیک یا تو اس پر اور بعد امتدین تیسرے کا فتویٰ مذکورہ بسند صحیح ثابت نہیں ہوا اس کا وہ مطلب صحیح نہیں حوالہ حدیث شریفہ سے سمجھتا ہے۔ سی ہون

صاحب تکمیل کے قہید بن حمید سے امام ابو زاعری اور لیث بن سعد کا جو فتویٰ نقل کیا ہے کہ وہ مقتدی کے ذمہ قرارت خلف الامم کو نہ پڑھنے کا قائل قبول نہیں۔ کہ امام احمد بن حنبل اقرال علماء کو ان سے زیادہ جانتے ہیں امام لیث بن سعد بصری کے متعلق تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ حنفی تھے معالی الآثار بخاری میں باب قرارت خلف الامم میں لیث بن سعد کی روایت امام یوسف کے امام ابو حنیفہ سے موسیٰ بن ابی عائشہ سے عبد اللہ بن شہاب سے حضرت جابر بن عبد اللہ سے موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من کان امام فقرأت الامام قرارت جو شخص امام کے ساتھ پڑھتا ہے پڑھتا ہے ہو تو امام کی قرارت اس کے لئے قرارت ہے۔

لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام سنتا تھا اور ان سے ملنے کا مشتاق تھا پھر پڑھنے کے مکرم

ان کو اس حال میں پایا کہ لوگ اس پر حرم کے ہوتے تھے۔ اس کی شرح میں فتویٰ طلب کر رہے تھے اس حالت میں ایک شخص نے امام کو
خاص حاجت میں فتویٰ پوچھا تو ان کے لئے لی البدیہ جو سب سے بڑا تعجب ہوا رفیع ص ۱۴۱ اس سے بھی ال کا حنفی ہونا ثابت ہو گیا
تو ممکن ہے امام ابو حنیفہ کی روایت کردہ حدیث سننے سے پہلے وہ قرأت خلف الامام کے قائل ہوں جب یہ حدیث کی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اس کے ساتھ نماز پڑھے اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے، اس کے بعد قرأت خلف امام
کے قائل نہیں ہے۔ قرندی سے عبد اللہ بن مبارک کا جو قول نقل کیا گیا ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کرتا ہوں اور لوگ بھی
قرأت کہتے ہیں مگر کوڑ والوں میں سے ایک قوم۔ تو یہ بھی عبد اللہ بن مبارک کا ارتداد و اہل اہل عراق سننے سے پہلے ہو گیا کہ
بعد میں ان کا حنفی مذہب اختیار کرنا دنیا کو معلوم ہے۔

مور میں اور اصحاب طحاوی کے ان کو حنفی میں نہ کیا ہے۔ بعض لوگ اس لئے کہ وہ امام مالک کے روایت
کرتے ہیں مالکیہ میں شمار کر دیا ہے مگر ان کی نقل میں اقوال ابو حنیفہ سے مزین و مملو ہیں امام مالک کا قول خلاف و نادیدہ
کرتے ہیں۔ ان کے اس قول سے قرم میں اتومس (مگر کوڑ والوں میں سے ایک قوم) یہ سمجھا کہ کوڑ والوں میں سے صرف ایک
جماعت قرأت خلف الامام نہیں کرتی تھی باقی سب کہتے تھے۔ صاحب تخیل کی خوش فہمی ہے۔ اہل کوڑ عبد اللہ بن مسعود
اور ان کے اصحاب اور اصحاب علی رحمہم اللہ کے مسلک پر تھے اور ان حضرات کا مذہب ترک قرأت خلف الامام مشہور و معروف ہے
صاحب تخیل کو بعد اس تہیہ کا توں پھر یہ کہ یہ چاہیے ہو جب وہ لکھ چکے ہیں کہ جو لوگ امام کے ساتھ قرأت سے وقت تک
دست کرتے ہیں ان کے ساتھ محمد بن مسلم و خلف میں اویام کی تائید میں کتاب الشہادۃ منقبت صحیحہ بھی ہے اور جو لوگ مقتدی
پر رہے ساتھ قرأت کو دست کرتے ہیں ان کی تائید میں کتاب عبد اللہ بن مسعود روایت ہے اور حدیث ابو موسیٰ میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے ساتھ قرأت کرے تو وہ موش بہر امام احمد و یحییٰ (بن راہویہ) اور امام
مسلم و ابوداؤد کے روایت سے روایت کرتے ہیں امام کا وجہ ثابت کیا جاتا ہے اس کو بھی
شامل نہیں کیا گیا اور چند وجہ سے اس کا ضعف ہوتا ہے۔ جو یہ کہ ابو داؤد بن عبد بن الصامت کا قول ہے احمد و مسلم
صلی اللہ علیہ وسلم کا قرأت دہر میں کہ وہ امام کے ساتھ قرأت کرتے ہیں امام کا ثبوت امام کے اقوال سے دینا چاہیے
جن میں امام کا وہ روایت ہے کہ جو شخص امام کے ساتھ قرأت کرے وہ امام کے ساتھ ہے امام احمد کا قول ہے
قرأت خلف امام کے وہ ہیں وہ ہوس نامہ بد جہت نقل کرتے ہیں کہ مقتدی کے وہ قرأت فاتحہ کسی کے نزدیک
بھی امام احمد و یحییٰ کا قول ہے امام احمد میں شامل امام کے پیچھے قرأت کو ناجائز کہتے اور مقتدی کو خاموش
ہے امام احمد دینے میں بہت ساری سزا میں قرأت خلف امام کی جائز نہ دیتے ہیں۔ بقیر امام کرام کا مذہب بھی آپ نے بیان
نقل کیا جو کلام امام احمد و یحییٰ کا مذہب ہے جو نہ کہ امام احمد کے لئے امام احمد کے الفاظ سے منہ نہ ہوں اس وقت تک فیضا میں
جو سند ان کے صاحب کتب سے ہے امام احمد میں بھی امام احمد میں امام احمد کا مالک اور جزو الخرافات ہیں
حوالہ ہے امام احمد میں امام احمد کو سختی سے منع کرتے تھے امام مسلم کا اپنی جامع میں امام احمد
کا قول ہے امام احمد میں امام احمد کی روایت ہے امام احمد میں امام احمد کی روایت ہے امام احمد میں امام احمد کی روایت ہے
نزدیک قرأت خلف امام بہر صنف امام احمد کی روایت ہے امام احمد میں امام احمد کی روایت ہے امام احمد میں امام احمد کی روایت ہے
اس وقت تک ان کو قرأت امام احمد میں امام احمد کی روایت ہے امام احمد میں امام احمد کی روایت ہے امام احمد میں امام احمد کی روایت ہے

۴۹

کے چھ مستحق مجاہدین اور دیگر واجب نہیں سمجھا اور چہرہ کی شانوں میں امام کی قرارت کے ساتھ مقتدی کو قرارت کی اجابت نہیں دی
بلکہ اس کی قرارت سے پہلے یا پہچانے سے پہلے نہ تاکہ فرض انصاف فوت نہ ہو کیوں کہ مقتدی کے ذمہ قرارت امام کے وقت سناؤ
غاموش رہنا واجب ہے جس کی علامہ عینی نے اس مقام پر تصریح کر دی ہے۔ مگر علامہ عینی کی عبارت میں اس جگہ لغت علیہ
فقہاء الحجاز والشمس نہیں ہے کہ فقہاء حجاز و شمس علی اس پر ہیں (آخریث الغمام میں اس جگہ یہ لفظ موجود ہے تو علامہ عینی کی
طرت نسبت صحیح نہیں اور اگر اس میں بھی یہ لفظ نہیں ہے تو یہ صاحب تکمیل کی ایسا ہے، علامہ عینی کی عبارت میں جس مد فقہاء
مجاز و شمس کا ذکر ہے وہ صاحب تکمیل کے لئے مفید نہیں بلکہ مضبوط ہے۔ ان کی عبارت ملاحظہ ہو۔ مقال الترمذی والاوصاف
فی روایۃ والوحیۃ والیوسف و محمد فائدہ فی روایۃ وحید اللہ بن مصعب والا شہب لایقر لموتم شیئاً من القرآن
ورایتی کا ایک روایتیں اور امام ابو حنیفہ و ابورسٹ اور محمد کا و علامہ احمد کا ایک روایت میں اور عبد اللہ بن و صاحب اور
اشہب کا قول یہ ہے کہ مقتدی امام کے چھچھوے چھ قرارت نہ کرے سو دن تک بھی کسی نماز میں نہ پڑھے اور یہی قول صحیح ہے
اور جید کی ایک جماعت کا ہے۔ اور فقہاء حجاز و شمس کا مسلک یہ ہے کہ مقتدی چہرہ نمازوں میں امام کے چھچھوے قرارت
نہ کرے اگرچہ اس کی قرارت کو سنت بھی نہ ہو اور سرری نمازوں میں قرارت کرے۔ اس کے بعد مولانا عبد الحی لکھنوی اور
شیخ التتلیہ وغیرہ کے حوالہ سے جو کچھ لکھا گیا ہے سب کے اقوال میں صرف سرری نمازوں میں قرارت ظلت الامام کا استعمال
ہے۔ سب کے اقوال میں صرف سرری نمازوں میں قرارت ظلت الامام کا استعمال
حادیث کی عبارتوں میں امام محمد کے قول کا حوالہ صراحتاً موجود ہے اور امام محمد کے قول میں سرری نمازوں کی قید صراحتاً مذکور ہے اور اس
امت امام کے ساتھ ساتھ پڑھنے کے منع کرتے ہیں۔ کہ اس صورت میں فرض الفات فتہ ہو رہا ہے جس کی قرآن و حدیث میں
بے شک ہے۔ امام ابن ابی امام ابو حنیفہ نے اس امر میں ہمارے مفاہقت کی ہے کہ امام کے چھچھوے الحمد پڑھنے سے نماز
باطل نہیں ہوتی اور صاحب تکمیل کے لئے مفید نہیں کیوں کہ الحمد پڑھنے کی صورت میں نماز کے بالکل نہ ہونے سے
وہی و امام ابن ابی امام کے اقوال کو مولانا عبد الحی لکھنوی کی عبارت سے رو کیا ہے اہل علم سمجھ سکتے ہیں کہ امام ابن ابی امام
مدائے کے سامنے مولانا عبد الحی کا کیا رد ہے؟ اس پر صاحب تکمیل کا خوش ہونا اور علماء حنفیہ کو الزام دینا
آخر میں تفسیر بالتحقیق کے اور کیا ہے؟ اس کے بعد ان کا یہ کہنا کہ زیادہ افسوس تو ان علماء حنفیہ پر ہے جو
مادہ سچی سچ سے متوجہ نہیں ہوتے بلکہ تہذیب کی وجہ سے روایات موضوعہ و مکتوبہ و آثار مختلفہ و باطلہ کو اپنی تحقیق
و تہذیب و حاشیہ میں دسج کر کے اپنے حوام و جہلار کو فتنے میں ڈالتے ہیں اور

ہر جہ وہ علم زکھام جو جماعت اہل حدیث کے اکثر افراد کا شیروہ ہے یہی لوگ۔ فرد علی مسائل میں شدت کے ساتھ نزلہ
کے لئے واپس آئے۔ کیا صاحب تکیل کو نذر نہیں آیا کہ علماء خفیہ قاریت خلف الامم سے منع کر دینے کے لئے مسبب سے پہلے

خواب کریں

فایں کرنا
خاموش نہی اور موقع ملے تو سکات امام میں سبحان کا اہم پڑھنے اور سکات امام میں سورہ فاتحہ بھی پڑھ سکتا ہے جیسا کہ
مارگز چکا ہے۔ رہا یہ کہ حسب امام جبر کے پہلے اس وقت التذکرہ کہ کر نماز شروع بھی نہ کرنا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ
تکبیر تحریمہ شرط صلوٰۃ ہے رکن صلوٰۃ نہیں تو تکبیر تحریمہ کے وقت یہ شخص مقتدی نہیں تکبیر کے بعد مقتدی سمجھنے کا اور
اس وقت قرآن کا سنا اور خاموش رہنا واجب ہوگا اس سے پہلے نہیں دوسرے اس پر حسب کا اجماع کہی ہے کہ امام کی
قرأت سننے ہوئے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں ترکیب ہونا درست ہے۔ پس صاحب تکبیل کو اپنی ہی فہم و دانش کا ماتم کرنا
چاہیے۔ اور امام سخاری کی حوالہ اقرارت سے جو لازم بتل کیا گیا ہے کہ مدارس و مکاتب میں استاد ایک ہی کو سبق دینا
اور ان کے بھی برابر قرات کرتے ہیں وہاں آیت و ادا قرآن ماستعملہ و انفتوا کی بنا پر سچوں کو خاموش نہیں کیا
جوتا ہے اس کا ایک جواب تو یہی ہے حوالہ پڑھ چکا ہے کہ یہ آیت مقتدی کے حق میں ہے غیر مقتدی کے حق میں نہیں ہے و درجہ
نہ اس کا ایک جواب تو یہی ہے حوالہ پڑھ چکا ہے کہ یہ آیت مقتدی کے حق میں ہے غیر مقتدی کے حق میں نہیں ہے و درجہ

پھر کوہ رُودل پر قیاس کرنا ہی غلط ہے کیونکہ تو بے وضو بھی قرآن پڑھتے ہیں ان کو مروی ہے کہ امام کو یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ انصاف کے معنی مطلقاً چپ رہنے کے نہیں بلکہ سکوت مع الاستماع کے ہیں۔ تو اس سے کہنی ہر کے بعد دعویٰ کیا گیا ہے کہ انصاف کے معنی مطلقاً چپ رہنے کے نہیں بلکہ سکوت مع الاستماع کے ہیں۔ تو اس سے کہنی حنیہ کا سبب ماس نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے ہمارا جہری میں صرف امام کی قرارت کے وقت ممانعت ہوگی سکات امام ہم میں قرارت کرے کہ ممانعت آیت ہذا کے ہرگز قات نہیں ہوتی حالانکہ حنفیہ کا دعویٰ ہے کہ جہری نماز میں سکات امام کے وقت بھی قرارت ناجائز و حرم ہے۔ یہ حنفیہ پر انرا ہے جو لوگ سکات امام کی رعایت کر کے سُنَّہ فاطمہ خلت اللام پڑھ سکیں اس کو کس نے ناجائز و حرم نہیں کہا اس طرح مہری نمازوں میں بھی قرارت ناجائز و حرم ہے امام آہستہ آہستہ ہار ہے جب کہ امام سے منزععت اور تشویش نہ ہو جیسا بار بار ذکر ہو چکا ہے اس کے بعد دعویٰ کیا گیا ہے کہ جب امام جہری قرارت کرے اور مقدمی آہستہ آہستہ نہیں اذکار کو پڑھتے جائیں تو اس میں بہت اچھی طرح استماع و انصات کی پامانے کا یہ محض دعویٰ ہے کہ حوالہ قبول نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے وقت اپنے لبوں کو حرکت دے کر سادہ سادہ پڑھتے جہر کرتے تھے حق تعالیٰ نے اس سے بھی منع فرمایا اور ارشاد ہوا :-

لا تحزن مدلسانك لتجلب به ان عيت جمعه وقرآنه - فاذا قرأناه فاصبح قرآنه

قرآن کے ساتھ ایسی زبان کو حرکت نہ دیکھیے تاکہ جسد میں یاد ہو جائے ہمارے ذمہ ہے اس کو آپ کے دل میں جمع دینا وہ یہ ہوا دینا تو جب ہم دلوں میں جو میل کئے اس کو پڑھیں تو اس کی قرارت کا اتباع کیجئے۔ اس کی تفسیر میں عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں فاستمع لذن فانصت کہ جب وحی نازل ہو تو اس کو سنئے بہتے اور خاموش رہتے اس کے بعد آپ زبان کو حرکت نہ دیتے اور خاموش رہتے۔

مد خطہ ہونجاری شریف نگ ۱۲

معلوم ہے کہ قرآن مجید کے دلائل زبان کو ترک دینا شرعاً ہی نہیں بلکہ عقیدتی گواہی کے تباہی کا امر کیا گیا ہے انما جعل الامام لیوتم
مذہباً و یرشد الی شریعتہ کہ اس کا تباہی نہ جائے ورنہ مشائخ ابن عباس سے معلوم ہو گیا کہ اتباع قرآن متاویس ہے کہ بالکل خاموش رہے
زبان کو ترک نہ کرے ورنہ امت میں ہلکی نصیحت کے معنی سکوت ہی کے ہیں اپنے گراں خط لے کر بول جائے تو اس کے دماغ میں ایک خاموشی
پیدا دوسرے کاں لگا رہے اور حسب انصاف منطق ہو کہ معنی سکوت ہی کے ہیں ملاحظہ ہو قاموس ص ۱۴۱

چنانچہ اس کے ساتھ ساتھ اس کی شہرت اور مقبولیت کے لیے بھی خدمت ہے اور خدمت کے بھی خلاف ہے۔ اس کے بعد یہ الزام دیا گیا

سب سے پہلے قرآن مجید علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نماز میں کئی کتنے غلطیاں ہیں اگر مقتدی سنت بدو میں - کثرت و تعدد کے تحت پڑھنے کی قیادت و قرائت قرآن کا مخالف ہوگا حجاب تاہم ہے کہ اس صورت کو ناجائز اس لئے کہ یہ منکر ہے کہ یہ سنت استقامت اور پروردگار سے حب نہیں کیوں کہ وجوب کی کوئی دلیل نہیں الیام سکتے نہ کہ یہ تو مقتدی قرائت سے فائز نہیں کر سکتے کہ وہ نہ ہیکار ہوگا نہ اس کی نازل باطن ہوگی۔

اس کے بعد دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ آیت ماس کے نیچے چلا کر پڑھنے کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے اور اس سے نقل کیا گیا ہے کہ یہی قول اس ابوحنیفہ ہے اور ان کے اصحاب کا طہ ہے جواب یہ ہے کہ جیسے اس حدیث میں اس صاحب اور ان کے اصحاب کی طرف سے ایک مسئلہ کی نسبت کی گئی ہے ایسے ہی یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ یہ آیت یہ کہتے تھے چلا کر پڑھنے کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے بلکہ اصحاب کے متعلق کون یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے چلا کر پڑھنے کی کیاں کو نماز کی حقیقت اور اس میں خشوع و خضوع کی ضرورت کی خبر نہ تھی بلکہ حدیث جو اس قسم کی دعوت دہیں کیے تھے حدیثوں کو رد کرتے ہیں اور آیت قرآنی میں غلط تاویل کرتے ہیں وہ تو عمل ہادیہ میں اور خطبہ نصرہ کے حق میں یہ کہیں حدیث وہ پڑھ کر عمل کریں وہ مدبر سب پرست و استخوان فروش قاری پائیں کسی حدیث کی خلاف ورزی نہ ہوگی۔ یہ حدیث سے کوئی بوجہ نہ ہوگا کہ یہ ماس کے نیچے چلا کر پڑھنے کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے اور آیت سے قرائت سے ثابت ہو کہ خطبہ جمعہ میں بھی چلا کر پڑھا ہی گیا ہے اور اس سے بولنا مانت کرنا تسبیح و تکبیر و تہلیل کرنا ممنوع نہ ہو چاہیے کیوں کہ تمام علمائے اہل سنت سے خطبہ میں ہر کوئی سمجھتا ہے اور خود صاحب کتابوں نے بھی اس آیت کا شان نزول خطبہ کو ضرور ثابت کر دیا ہے تو کیا یہ اس کے قائل ہونے کے بعد خطبہ جمعہ میں نہ پڑھا تو خبر سنتے ہوئے لوگوں کو بغیر ہلالا ماتیں کرنا، ذکر اللہ اور تکبیر و تسبیح و تہلیل کرنا جائز ہے؟ اگر جواب یہ ہے تو خود اہل حدیث بھی اس کے قائل نہیں اور انہی میں سے تو خطبہ کا وجہ نماز میں کئی زیادہ ہے کہ نماز میں تو جیسے جیسے پڑھنا جائز اور خطبہ میں حرام ہے۔

اس کے بعد دعویٰ کیا گیا ہے کہ عدم فریضہ فاسخ یہ حنفیہ فاسخ ہے کہ حدیث سے استدلال کی تمام محدثین و مفسرین کے خلاف ہے یہ وہی مغالطہ ہے جو شرع کے حریک صاحب کمال کا شہرہ حسنہ سے اس آیت سے عدم فریضہ فاسخ پر کب استدلال کیا ہے؟ اس کے بعد قرائت خطبہ امام کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور اس میں جمہور سلف و خلف ان کے ساتھ ہیں۔ جیسا حدیث میں تمبیہ کے قریب سے معلوم ہو چکا ہے عدم فریضہ فاسخ پر تو وہ آیت قرآنی و حدیثی سے استدلال کرتے ہیں اور حدیث میں سے ان کے اس بارے کی تائید جو ان سے پہلے مفصل کر چکا۔

اس کے بعد دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ آیت نماز میں پڑھنے کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے اور بعض تابعین کا قول نقل کیا گیا ہے کہ یہ آیت خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے خطبہ کے وقت لوگوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا ہے الخ اس کا جواب گذر چکا ہے کہ مکہ میں نہ جمعہ قائم ہو تھا نہ خطبہ تھا اس لئے جن حضرات نے اس آیت کو خطبہ کے متعلق کہا ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ خطبہ کو بھی نماز کے قضا ملحق کیا گیا ہے یہ مطلب نہیں کہ اس کا شان نزول فقط خطبہ جمعہ ہے بلکہ یہ آیت بالاتفاق مکی ہے اور مکہ میں نہ جمعہ تھا نہ خطبہ اور خطبہ میں آہستہ بات کرنا آہستہ ذکر و تسبیح پڑھنا بات چیت نہیں تو نماز میں امام کے ساتھ آہستہ قرائت کس طرح جائز ہوئی؟ نماز میں باتیں کرنا بھیجیت کے بعد بھی جائز تھا جب سورۃ فاتحہ کی آیت وقول للہدٰی سیتن نازل ہوئی تو باتیں کرنے سے منع کیا گیا در صحیح مسلم و روایت ائقار و مستور و استواء ہا اتفاق مکی ہے اس کو نماز میں باتیں کرنے کی ممانعت پر محمول کرنا صحیح نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ کسی ہر ممانعت کے بعد بھی عام طور سے نماز میں باتیں کرنا جائز ہے اور یہ اس کی شان سے بعید ہے اور قرائت سے خلف امام مدینہ میں عام طور پر نہ ہو سکتے تھے کسی ایک دو ناواقف لکھا گیا ہے جیسا حدیث پڑھنے والوں پر مخفی

دوبتے کو نکلے کا سہارا بھی بہت نظر آتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے حنفیہ کے دلائل حدیثیہ پر تنقید شروع کی ہے۔

پہلی دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ صحیح بخاری میں جو دعائیت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حالت رکعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا تو صف میں ملنے سے پہلے رکوع کرو یا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کرنے پر آگئے۔ اس رکعت کو لوٹنے کا حکم نہیں فرمایا اس سے حنفیہ قرارت فائزہ خلف امام کے فرض نہ ہوئے پر دلیل لائے ہیں کہ جب رکوع میں ملے سے بغیر فاتحہ کے رکعت جوگن تو حالت قیام میں بھی سورۃ فاتحہ وغیرہ جو جیسے گی ۴ اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ صرف حنفی کی دلیل ہیں بلکہ مالکیہ و حنابلہ نے بھی مسبق کے اس مسئلہ سے مقتدی پر قرارت خلف الامام کے واجب نہ ہونے کے لئے استدلال کیا ہے جیسا کتاب المغنی کے حوالہ سے گزرا ہے اور صرف حدیث ابی بکرہ ہی سے استدلال نہیں کیا گیا بلکہ اجماع سے استدلال کیا گیا ہے امام شامی نے تصدیق کی ہے کہ اس میں فقہار کا خدوت نہیں کہ مسبق رکوع پالینے سے رکعت یا لیت ہے اور مغنی اس قدر میں ہے ولا کھا قرارة لا تجب علی المسوق فلم تجب علی غیریہ کالسورۃ۔ پھر قرارت فاتحہ خلف الامام مسبق پر واجب نہیں تو غیر مسبق پر بھی واجب نہ ہوگی جیسے (ضم) صورت امہ

اس دلیل کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قرارت کا وجوب حالت قیام میں ہے جب حالت بدل گئی حکم بھی بدل گیا۔ میں کہتا ہوں اہل حدیث کی زبان و قلم یہ ایسی باتیں نکلتا جائے تعجب ہے کیوں کہ یہ تو مراسر قیاس ہے جس کے متعلق یہ لوگ بڑے زور سے ادل میں نہ اس ابدی مسئلہ کا غور لگایا کرتے ہیں۔ ان کو کسی حدیث سے اس کا ثبوت دینا چاہیے کہ قرارت کا وجوب حالت قیام کے تھا مخصوص ہے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث لا ملئۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الكتاب میں تو قیام کی شرط مذکور نہیں۔ اگر کسی حدیث میں یہ قید مذکور ہے تو معلوم ہوا کہ آپ ایک حدیث سے دوسری حدیث کو مفید کر سکتے ہیں۔ پھر حنفیہ نے کیا جرم کیا جو دوسری حدیث میں کہاں لدا امام فقہان فقہاء نے قرارت سے حدیث عبادہ کو منہ دیا اور امام کے ساتھ خاص کرتے ہیں؟ پھر یہ بھی خوب رہی کہ جب حالت بدل گئی حکم بھی بدل گیا۔ اول اس کی وثابست کیجئے کہ رکوع کرنے سے حالت کیا بدل گئی؟ کیا نماز ختم ہوگئی یا نماز بدل گیا؟ آخر یہ مسئلہ کس حدیث سے آپ نے معلوم کیا کہ رکوع کو نصف نماز یا نمازی کی حالت بدل جاتی ہے؟ حدیث ابو بکرہ اور جملہ حدیث سے جو رکوع پالینے سے رکعت کے ہانے پر دلالت کرتی ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شارع علیہ السلام کی نظر میں رکوع قیام کے حکم میں ہے جیسا کہ رکوع پالینے سے رکعت مل جاتی ہے البتہ سجدہ قیام کے حکم میں نہیں ہے کہ سجدہ پالنے سے رکعت نہیں ملتی اور جب رکوع بحکم قیام ہے تو رکوع سے حالت نہیں بدل پس رکوع پالنے والے پر رکوع میں قرارت فاتحہ فرض ہونی چاہیے چنانچہ بعض صحابہ اس طرف گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو جزو القرارت سے یہی مسئلہ

عن حسان بن عطیۃ عن ابی الدرداء قال لا تقرک الفاتحۃ خلف الامام نہاد ابن ابی الحوارس ولوان تقرک وامت رکع وفی روایۃ آخری عن ابی الدرداء قال لو ادرکت الامام وهو رکع وجبت ان اقرک بفاتحۃ الكتاب حسان بن عطیۃ حضرت ابوالدرداء سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ چھوڑو چلا ہے رکوع میں ہی پڑھ لو دوسری روایت میں ہے کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں امام کو رکوع میں پاؤں تو اس کو پسند لے کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا۔ آگے یہاں کی بلا جملے کہ قیاس ابلیس کس قسم کا تھا اور قیاس مجتہد کے

کہتے ہیں ۱۴

نے فرمایا "لوگ جو نماز میں قرأت سے رکعت گئے اور عمر ثلثہ متعین ہے اس سے رویت کرنے والا احمد بن الحسین بھی ثلثہ ثبت ہے پس یہ دعوی غلط ہے کہ یہ زہری کا قول ہے۔ پھر اگر زہری کا قول بھی ہو تو یہ زہری کا فتویٰ تو نہیں بلکہ ایک واقعہ کی خبر ہے اور زہری مغازی و سیر و اخبار۔ سو زہری امام وقت ہے۔ زمانہ رسول کے واقعات بیان کیے ہیں اس کا قول ہے۔ صاحب تکمیل کا یہ کہنا کہ اس سے مراد اس میں قرأت کی ممانعت نہیں پائی جاتی۔ تو سری نمازوں میں قرأت کے ہم بھی منع نہیں کیے۔ مگر جوہری میں تو قرأت کی ممانعت ثابت ہو گئی اور یہی ہمارا مدعا ہے۔ اس کے بعد صاحب تکمیل فرماتے ہیں کہ مطلب حدیث کا صاف ہے کہ سورہ و تحہ کے بعد جب امام سری نمازوں میں کوئی سورت پڑھے تو تقدی خاموش ہو کر سنے۔ مگر وہ یہ تو بتا رہے ہیں کہ یہ مطلب اس حدیث کے کس لفظ سے معلوم ہوا؟ ظاہر ہے کہ مابقی الناس من العرب متنی ما جس فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا آت۔ (پس لوگ قرأت کرتے تھے کہ ان کے رکعتیں نمازوں میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرا کرتے تھے۔) حدیث میں فاتحہ یا غیر فاتحہ کا کوئی ذکر نہیں بلکہ ظلتا قرأت سے رکع جانا مفہوم ہوتا ہے۔ اگر کہنا چاہئے کہ سورہ کی حدیث سے یہ قید پڑھائی گئی ہے جس میں سورہ کا اپنے شاگرد کو حکم ہے اقراء کھا فی نفسك۔ کہ سورہ کا دلچستہ نفس میں پڑھ لیا کرو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نزدیک سے کہ دل میں پڑھ لیا کرو۔ اور اگر ایک حدیث میں دوسری حدیث سے تم ایک قید پڑھ سکتے ہو تو حنفیہ نے کیا جرم کیا جو وہ حدیث عبانہ و حلوۃ لمن لم یقر بفاتحتہ آت۔ میں دوسری حدیث کی وجہ سے ہذا اذا کان وحده کی قید پڑھ لیتے ہیں کہ سورہ کا تحک و آت کے اخیر میں نہ ہونا اس وقت ہے کہ تنہا نماز پڑھ رہا ہے اور یہ قید خود بلاوی حدیث صحیحان میں بھی ہے۔ پھر یہ کہ یہ حدیث جابر سے روایت ہے اس کی تائید کی ہے اور حدیث صحیح اخافرا، فانصوا بھی اس کی تائید ہے۔ نہ ہو جو رکعت میں صاحب تکمیل کا ترمذی کے قول کو نقل کرنا اور امام احمد کے قول کے چھوڑ دینا اور امام احمد سے سہارہ ڈھونڈنا اس کی جس حیثیت کو ظاہر کر رہا ہے اس علم خوب سمجھ سکتے ہیں۔

یہ سری دلیل کے جواب میں نہ صاحب تکمیل نے کہا کہ یہ یا ایک تو حنفیہ جابر کی حدیث میں صلی اللہ علیہ وسلم یقر فیہا امام احمد بن حنبلہ نے اس کو رد کیا ہے۔ امام احمد (رحمہ اللہ) نے کون رکعت بغیر فاتحہ کے پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی مگر یہ کہ امام احمد نے اس کا مطلب آپ نے یہ بتا دیا کہ تقدی کی وہ رکعت جس میں سے امام کو حالت رکوع میں پالیا ہو صرف یہ رکعت اس کی عافیت درست ہے۔ بعد از نماز ایک اور ترمذی نے حضرت جابر سے جو الفاظ نقل کئے ہیں۔ ان سے کسی کا ذہن بھی اس مطلب کی طرف بہرے نہ سکتا ہے۔ جو صاحب تکمیل سے گھڑی ہے لفظ و آلا امام کو مسبق کی اس رکعت سے کیا واسطہ جو بحالت رکوع پائی گئی ہے۔ ماروں گھٹا پھولے آٹھ کسی کو کہتے ہیں اگر ایسے ہی در دراز مطالب بیان کر دینے سے دوسرے کے دلائل کا جواب دیا جاسکتا ہے تو بخدا آپ ایک دلیل سے بھی اپنا مدعی ثابت نہ کر سکیں گے۔

یہ نو حدیث کے معنی میں بے گئی تاویل تھی اب صاحب تکمیل کی دیانت سند کی بحث میں ملاحظہ ہو۔ اول تو آپ نے اتر جہان کو موقوف قرار دے کر یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ قول نبی ہی حدیث مرفوعہ کے خلاف ہے تو وہ عند الحنفیہ مقبول نہیں مگر وہ پہلے تو یہ ثابت کریں کہ حضرت جابر کا یہ قول حدیث مرفوعہ کے خلاف کیوں کر ہے؟ حدیث اخافرا فانصوا کے وہ حدیث نہیں اور حدیث میں کال لہ امام فقرات امام امام لہ قرأت۔ کے بھی موافق ہے یہی حدیث حدیث عبانہ تو ترمذی نے امام احمد بن حنبلہ کا قول نقل کر دیا ہے کہ وہ حضرت جابر کے ہیں قول ہی کی وجہ سے حدیث عبانہ کو مرفوعہ پر

محول کرتے ہیں۔ کیوں کہ حدیث جہاد میں امام یا مقتدی سے کچھ بھی تعرض نہیں، پھر آپ نے ترمذی کے محشی اور مولانا احمد علی رحمہ اللہ
سہا بنوری کی واقعت قرار دیتے ہوئے یہ نقل کہلاتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس اثر کو طحاوی کے حوالے سے مرفوع لکھا ہے حالانکہ خود
امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس کی پُر زور الفاظ میں تردید کی ہے پھر طحاوی سے ایک عبارت نقل کر دی من ذالک
حدیث یحییٰ من السلام من شعبۃ فہر مسکن الہ منخلہ ان کے حدیث یحییٰ بن سلام کی شعبۃ سے ہے سودہ حدیث منکر ہے جس
پر دیکھنے سے وہاں یہی سمجھے گا کہ امام طحاوی نے یحییٰ بن سلام کی اس حدیث کو منکر کہا ہوگا جو حضرت جابر سے مروی ہے حالانکہ
طحاوی کا یہ قول حدیث جابر کے متعلق ائمہ نہیں بلکہ مناسک حج کی اس حدیث کے متعلق ہے جو یحییٰ بن سلام نے شعبۃ سے
ابن ابی سیلی سے زہری سے سالم سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی ہے کہ تمتع کرنے والا اگر بدی نہ پائے تو
ایام تشریق میں روزہ رکھ لے اور محدثین کے اصول پر اس حدیث کے مرفوع ہونے کو منکر قرار دیا ہے اور بتلایا ہے کہ یہ
عبد اللہ بن عمر کا قول ہے کیوں کہ یحییٰ بن سلام اور ابن ابی سیلی کے خطبہ میں محدثین کو کلام ہے اس کے بعد طحاوی نے یہ بھی فرمایا
ہے مع انی لا احب ان اطعن علی احد من العلماء متقی وکلت دکر مت ما یستول اطل الرماحۃ فی خالک مع ۱۶
یعنی اگر یہ میں علماء میں سے کسی پر بھی معص کرنا پسند نہیں کرتا لیکن ہل روایت ہے جو کچھ کہلاتا ہے وہ میں نے ذکر کر دیا ہے۔ اس جگہ
صحت تکمیل کے چند خدشہ ہیں کی ہیں ایک یہ کہ طحاوی نے یحییٰ بن سلام کی اس حدیث کو منکر کہا تھا جو وہ شعبۃ کے واسطے سے
جو یہ وہ ایام تشریق میں روایت کرتا ہے اس حدیث کو منکر نہیں کہا جس کو صحت ۱۶ امام نے اس کے واسطے سے وہی
اس کیوں کہ حدیث جابر سے قرأت نعمت الامام کے متعلق مرفوع روایت کی گئی ہے۔

دوسرے جس حدیث کو یحییٰ بن سلام نے ابن ابی سیلی کے ضعف کی وجہ سے منکر کہا تھا وہاں بھی پر زور تردید
نہیں کی تھی بلکہ صاف کہہ دیا تھا کہ میں خود کسی عام پر یحییٰ بن سلام کرنا نہیں چاہتا حدیث اہل روایت کا قول نقل کر رہا ہوں اس سے
نعمان معلوم ہوتا ہے کہ خود طحاوی کے نزدیک یحییٰ بن سلام اور ابن ابی سیلی ضعیف یا مطعون نہیں ہیں اس پر یہ دلیری اور
جساکت کہ خود تو خیانت کا ارتکاب کریں اور محشی ترمذی و مولانا احمد علی صاحب پر خدا سے نہ ڈرنے کا الزام لگائیں۔
تیسرے کتب رجال سے یحییٰ بن سلام کا ترجمہ نہیں نہ دیکھ لیا جس سے معلوم ہو جاتا کہ بعض محدثین نے اس کو ثقہ بھی کہا ہے
اور ایسا مادہ جس الحدیث ہو تلہا اور صحیح اور حسن کا راوی اگر پس زیادتی کو جو جماعت کے خلاف نہ ہو تو اس کی
زیادہ مقبول ہے ملاحظہ ہو شرح منہج السنۃ اور غلابیہ کہ موقوف کو مرفوع کرنا سی زیادہ نہیں جس کو مخالفت پر محمول
کیا جاسکے کیوں کہ حضرات صحابہ کبار حدیث رسول کو بطور فتویٰ اپنی طرف سے بیان کیا کرتے تھے کبھی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا نام لے کر حدیث کو مرفوع کرتے تھے۔ اب یحییٰ بن سلام کا ترجمہ لسان المیزان ص ۱۶۸ سے ملاحظہ ہو۔ ابن
حدیث کہتے ہیں کہ باوجود ضعف کے اس کی حدیث لکھی جائے۔ ان جناب نے اس کو ثقافت میں ذکر کیا ہے اور کہا کبھی خطا بھی
کر جاتا ہے۔ ابو زہرہ مازنی سے کہا ما بآس سے ہوا جسم اس میں کوئی بات نہیں کہی وہم بھی کر جاتا ہے۔ ابو حاتم نے کہا
شیخ بصری مدون بزرگ ہے اور بہت سچا۔ ابو العریب نے طبقات قیہ وان میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور کہا

کان من الخلفاء من حیا خلق اللہ۔ حفاظ حدیث میں سے اور بہترین لوگوں میں سے تھا صرف دارقطنی نے
اس کو ضعیف کہا ہے۔ ابن حدیث نے اس کی منکرات میں حدیث جابر کو ذکر نہیں کیا جو اس وقت زیر بحث ہے نہ طحاوی نے اس کو منکر کہا اور
اکثر محدثین نے یحییٰ بن سلام کی توہین کی ہے تو اگر اس کی حدیث کو مولانا احمد علی صاحب نے حسن کہا یا تو کیا عدم کیا ہے یا یہ کہ علماء میں لے

ہم کے بعد اسماعیل بن موسیٰ شہزی کا اثر میاں کیلئے جس میں یہ مضمون ہے کہ اسماعیل نے امام مالک سے پوچھا میں عابر کی اس حدیث کو مرفوع کر دوں؟ امام مالک نے فرمایا خذوا..... میں میں سہ سے پہلے تو سبیل سدی کا حال معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کس درجہ کیلئے؟ سو اگرچہ بعض محدثین نے اس کی توثیق کی ہے مگر اس جہان نے نفی میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن شہزادہ (میں) نے فرمایا کہ ابو جریب بن شہزادہ میں عمری سے ذکر یہ بھی امام شہزی کے متابع میں سے ہیں) یہاں سے اس کے پاس جاتے پر اٹھا کیا اور یہ کہا یہ شخص فاسق ہے سلف کو کہتے ہیں حدیث کہتے ہیں کہ امام مالک کی دو حدیثوں کو موصول کر دیا اور ترک کر کے بھی چند احادیث میں مسند ہے (کوئی اس کے ساتھ نہ ایک نہیں) تو گویا اس کے علوی الشیخ کی بنا پر اس کو منکر کہا ہے (بعض عالی شیعہ اس لئے بھی ہیں) اس پر سنا کر کیا ہے، فقہاء ۱۲ تہذیب: اسے عالی شیعہ کی روایت سے بھی ابن سلام نے بہترین مانتی کی ردیت کو بوجہ قرار دیا صاحب تکمیل ہی کی حجت ہے بعد اس عالی شیعہ سے امام مالک کا جو قول نقل کیا ہے اس سے کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ امام مالک نے اس حدیث کے ساتھ یہاں کہا ہے یا اس شخص کے شریک در میں ہونے پر ان کے الدعا یہ ہے کہ اس کے سر پر کرو۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو قید کرنا کہ حدیث بیان کرنے پائے اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ سر پر کر کے یہاں سے نکال دیا یہ صبر غلابی ہمارے در میں میں ٹیٹھ کے لائق نہیں اس سے یہ کہاں معلوم ہوتا کہ امام مالک سے حدیث کے مرفوع ہونے پر سنا کر کیا ہے وہ اگر سنا کر بھی ہو تو اس کا رفع صحیح نہ ہوگا مگر حسن تو ہو سکتا ہے اور مولانا احمد علی صاحب نے رفع کو حسن ہی کہلاتے صحیح نہیں کہا۔

حنفیہ کی طرف سے جو تفسیر دیں یہ بیان کی گئی ہے کہ صحیح مسلم میں فتاویٰ میں اس حدیث کے دو فقرہ فافستوا فارو ہے (صاحب تکمیل کے الفاظ سے اس مضمونم ہو سکتا ہے کہ وہ فتاویٰ کو بھی نہ سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے کہ حدیث کے راوی حضرت ابو موسیٰ اشعر بن علی صحابی ہیں اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امام اور مقتدی کے واسطے کا بیان فرمایا ہے کہ امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے جب وہ کہے کہ یہ تکبیر کہ جب وہ قرائت کیے خاموش رہو جب وہ رکوع کرے رکوع کرو الخ اس سے مراد جس جو بھی ہے وہ اس کے ہاں مقتدی کو امام کی قرائت کے وقت خاموش رہنا چاہیے۔ ہم نے اس حدیث کو حدیث عبادہ کے معنی میں اس کا ماتہ ہے مگر نہیں کہا ہم نہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث عبادہ میں امام یا مقتدی کا کوئی ذکر نہیں اس میں نہ جب یہ مضمون ہے کہ جو شخص نہ پڑھتے اس کی سزا نہیں اس کو مقتدی کے متعلق کہنا صحیح نہیں وہ غیر مقتدی کے حق میں ہے اور حدیث ابو موسیٰ صاف طور سے مقتدی کے حق میں ہے۔ اور ہم بتنا چکے ہیں کہ حدیث عبادہ کے راوی سفیان بن عیینہ اور زہری سے بھی اس کو غیر مقتدی کے متعلق صحیح ہے۔ اس کے بعد اہل حدیث کی تاویلات ملاحظہ ہوں وہ کہتے ہیں اذ قراءوا لستموا کا مطلب یہ ہے کہ سواۃ فاقہ کے سوا اور سورت پڑھنے سے خاموش رہو۔ کوئی ان سے پوچھے کہ حدیث اذ قراءوا فافستوا میں و تحذوا یا قراوا کی ذکر ہے یہ قید بڑھائی جارہی ہے؟ حدیث میں تو مطلقاً خاموش رہنے کا ذکر ہے اگر یہ کہا جائے کہ حدیث عبادہ کی وجہ سے یہ قید بڑھائی جارہی ہے تو اس کی کیا دلیل ہے کہ حدیث عبادہ سے اذ قراءوا مقتدی کو مفید کرنا۔ یہ درست ہے؟ تعلیق و توفیق کی یہ ضرورت تھی تو ہو سکتی ہے کہ حدیث عبادہ کو اس حدیث کی وجہ سے منفرد نہ رکھیں کیا جائے غیر سببوں میں عینہ و زہری نام جن میں سبیل اور امام زہری نے کہا ہے اور یہی حنفیہ نے اختیار کیا ہے اب صاحب تکمیل اس کی دہر تہذیب کے وہ تعلیق و بیان کرے ہیں؟ وہی صحیح ہے اور جو وہ ہم نے بیان کی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اہل حدیث کو جو مسند تقلید میں حق نہیں ہے کہ وہ حدیث اذ قراءوا فافستوا کے ظاہر مطلب کو کسی کی تقلید سے

ہمل دیں اور اگر ان کو یہی وغیرہ کی تقلید میں اس حدیث کا ایک مطلب یہی کرنے کا حق ہے تو ہم کو بھی امام ابو حنیفہ اور احمد بن حنبل
 وسعیان بن عیینہ وزہری کی تقلید میں اس کا وہ مطلب یہاں کرنے کا حق ہے جو وہ پیش کے الفاظ سے بلا تاویل مفہوم ہو رہا ہے۔ رہا
 یہ کہ اس حدیث اذا قرا فانصتوا کے دوسرے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے شاگرد سے فرمایا انما اقرا بھا فی نفسک یا
 فارسی کہ حالت انتہاء میں سورۃ فاتحہ کو اپنے نفس میں پڑھو اس کا مطلب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ دل میں پڑھو کیونکہ
 مؤطا مالک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی یہ حدیث موجود ہے فانتہی الناس عن لقارۃ فیما جہن فیہ البنی علی اللہ
 علیہ وسلم کہ لوگ جو یہی نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرات کرتے تھے بلیا پہلے گزر چکا ہے جس سے
 صاف معلوم ہوا کہ جو یہی نمازوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قرات خلف الامام کے قائل نہ تھے۔ قال فی غیث الغمام
 قوله اقرا بھا المراد من القراۃ ہہنا القراۃ فی النفس وادخل بالمال من دون ان یلفظ بھا ای احض معانیہا فی
 نفسک وقل بھا جہن یقرأ ہذا الامام کذا نقلہ لہذا قال فی معناه عن عینی وابن مافع اھ۔ یعنی حضرت ابو ہریرہ
 رضی اللہ عنہ کا یہ فرمایا کہ اپنے نفس میں سورۃ فاتحہ پڑھ لو اس کا مطلب یہ ہے کہ دل میں پڑھو اور دل سے سوچتے رہو زبان
 سے تسلط نہ کرو۔ بلکہ اس کے معانی کو دل میں حاضر کرتے اور سوچتے رہو جب کہ امام سورۃ فاتحہ پڑھتے زرقانی نے اس طرح
 اس کا مطلب عین او ما بن نافع سے نقل کیا ہے اھ ابن نافع امام مالک کے شاگرد ہیں (غیث الغمام) وقال الطحاوی رحمہ اللہ
 نکاح من الحجۃ علیہم فی ذالک ان حدیثی الی حدیثہ الذین رووہ عن البنی صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوۃ
 لم یقرأ فیہا امام القرآن ففی خلاف لیس فی ذالک دلیل علی انہ اراد بذالک الصلوۃ البنی مکون ورا بالامام قلہ یجوز
 ان یکون منی ذالک لصلوۃ لیس لا امام فیہا مصلی داخر من ذالک ما یوم بتولہ من کال لہ امام فتراءت الامام
 لد قراۃ ففعل الامام فی حکم من یقرأ بتلاۃ امامہ فکان المامون بذالک خارجا من قولہ من صلوۃ لہ یقرأ فیہا
 بنا تحۃ الکتاب مصلوۃ حلاج اھ علیہ السلام۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جو لوگ قرات فی نفس امام کے قائل نہیں ہیں ان کی حجت مخالفوں پر ہے کہ حضرت ابو ہریرہ
 اور حضرت عائشہ کی اس حدیث میں کہ جس نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے اس پر کوئی دلیل نہیں کہ اس
 سے وہ نماز مراد ہے جو امام کے پیچھے ہو۔ یا کہ ہے کہ اس سے وہ نماز مراد ہے جس میں مصلی امام کے پیچھے نہ ہو۔ اس حکم سے
 آپ نے مقتدی کو چنے دوسرے قول سے کہ جس کا کوئی امام ہو اس کی قرات مقتدی کے لئے قرات ہے مستثنیٰ کر دیا ہے
 جس میں مقتدی کو امام کی قرات کی وجہ سے حکماً قاری قرار دیا گیا ہے پس مقتدی اس حکم سے مستثنیٰ ہے کہ جو نماز بغیر مشرور
 فاتحہ کے پڑھی جائے وہ ناقص ہے۔

اب صاحب تکمیل تصانیف سے بتادیں کہ کب تک اس سے روایت کی جوتادیل وہ کرتے ہیں اس کے صحیح اور حق ہونے
 کی کیا دلیل ہے؟ جب کہ کب تک اس حکم ہے کہ امام جس وقت قرات کرے مقتدی خاموش رہیں۔ رہا یہ کہ دارقطنی کی
 روایت میں ہے اذا قرأ من غیر المصنوب علیہم صرخوا صد من لا یستوی کہ جب امام سورۃ فاتحہ ختم کرے خاموش رہو
 جس سے معلوم ہوا کہ نہ موتی سے ہا حکم سورۃ فاتحہ کے بعد سے تو بل حدیث کو یہ روایت پیش کرتے ہوئے شریانیچے
 منکر روایت ہے کہ نہ موتی سے اس کو یوں روایت کیا ہے اور نہ عن المصنوب علیہم ولا الفنا من فتولوا
 عین۔ جب امام صرخوا لا یستوی کہ جب کہ اس کو کسی حدیث سے فقروا آئین کو مختصر الفاظ میں فامندا

۶۴۔ اوت ایچ خطیب بغدادی میں جو بعض بڑے لوگوں سے امام صاحب کی تصنیف و تحقیق ہے مبنی شریعہ بخاری ص ۱۲۔ اوت ایچ خطیب بغدادی میں جو بعض بڑے لوگوں سے امام صاحب کی تصنیف و تحقیق ہے مبنی شریعہ بخاری ص ۱۲۔ اوت ایچ خطیب بغدادی میں جو بعض بڑے لوگوں سے امام صاحب کی تصنیف و تحقیق ہے مبنی شریعہ بخاری ص ۱۲۔

منقول ہے یہ سب فتنہ خلق قرآن کے بعد جماعت شریعہ کی گھڑت ہے کیوں کہ یہ تمام خرافات عموماً مجرورین، مجرورین، منقول ہے یہ سب فتنہ خلق قرآن کے بعد جماعت شریعہ کی گھڑت ہے کیوں کہ یہ تمام خرافات عموماً مجرورین، مجرورین، منقول ہے یہ سب فتنہ خلق قرآن کے بعد جماعت شریعہ کی گھڑت ہے کیوں کہ یہ تمام خرافات عموماً مجرورین، مجرورین،

کدامین کے ذریعہ سے روایت کی گئی ہیں اور خطیب کی وفات کے بہت بعد میں کی تائید میں ملتی کی گئی ہیں۔ خطیب بغدادی ثقات کے ذریعہ سے بحر مناقب و فضائل کے کچھ ذکر نہیں کیا جس کی تفصیل کا شوق ہے۔ میرا مستقل مضمون خطیب بغدادی ثقات کے ذریعہ سے بحر مناقب و فضائل کے کچھ ذکر نہیں کیا جس کی تفصیل کا شوق ہے۔ میرا مستقل مضمون خطیب بغدادی ثقات کے ذریعہ سے بحر مناقب و فضائل کے کچھ ذکر نہیں کیا جس کی تفصیل کا شوق ہے۔ میرا مستقل مضمون خطیب بغدادی

اور سنکر یہ حدیث: مطبوعہ رسالہ ماہ دارالحدیث ملتان شہر بابت ۱۹۵۶ء مطالعہ کریں۔ یہ دوسرے طرق جو حضرت عبداللہ بن عمر و ابو سعید خدری و ابو ہریرہ و ابن عباس و انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں انکے بعض راویوں پر اگرچہ دارقطنی نے کلام کیا ہے مگر ان میں اکثر ایسے ہیں جو بعض محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں پھر اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ چند ضعیف مل کر جن اور کبھی صحیح کے درجہ پہنچ سکتے ہیں۔ پس یہ کہنا غلط ہے کہ حنفیہ کے گھر کا فیصلہ ہے کہ یہ حدیث قابل قلم نہیں اگرچہ صاحب تکمیل عین تریخ بخاری کا مطالعہ کر لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ حنفیہ کے نزدیک یہ حدیث بالکل صحیح بلکہ صحیح سے بھی اور ہے کیوں کہ اس کو خود امام محمد نے امام ابو حنیفہ سے سنا اور کتاب الآثار میں بسند صحیح روایت کیا ہے پھر امام دارقطنی نے جو اس کو مرسل صحیح کہا ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ عبداللہ بن شداد صحابی صغیر ہیں اور جب امام شافعی کے نزدیک سعید بن مسیب جیسے تابع کبیر کا مرسل قبل قبول ہے تو صبی بن صبیہ کا مرسل بدرجہ اول مقبول ہوگا کیوں کہ اس میں صحابہ کرام اتفاق سے قول کیا ہے۔ پس اس کے بعد صاحب تکمیل نے امام بخاری کا ایک فیصلہ نقل کیا اور دعویٰ کیا ہے کہ یہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث میں ہاں لہ امام فتنۃ الامام لہ قول رکا عام ہے اور حدیث مبارکہ میں الامام القرآن سے سورۃ فاتحہ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ اس کی پس مثال ہوئی جیسے ایک حدیث میں ہے کہ میسج سے سردی میں نماز کی حلقہ بنائی گئی ہے پھر دوسری حدیث میں الامام المستورۃ والحقام کہہ کر قبرستان وغیرہ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ امام بخاری نے بھی تو یہی فرمایا ہے کہ حدیث ابو ہریرہ کل صلوۃ لم یقرأ فیہا باسم القرآن ہی حجاج (جس نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھی جائے وہ حجاج ہے) عام ہے جس میں سے حدیث من کان لہ امام فتنۃ لہ قراءتہ نے مفیدی کو مستثنیٰ کر دیا ہے اور اس کو امام کی قراءت کی وجہ سے قاری قرار دیا گیا ہے تو اس کی کیا وجہ کہ امام بخاری کا قول قوا آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور امام بخاری کہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل نہ ہو یہ محض بزرگی اور عصمت ہے وہ کچھ نہیں۔ حالانکہ لفظ قراءت کو عام کہنا غلط ہے اور حدیث ابو ہریرہ میں کل صلوۃ کا عام ہونا صحیح اور واضح ہے پھر ہم تنہا چکے ہیں کہ حدیث مبارکہ میں جملہ استثنائے الدیام القرآن کو امام فتنۃ بن معین نے ضعیف کہلایا اس کی وجہ سے حدیث من کان لہ امام فتنۃ میں تاویل کرنا صحیح نہیں اور حدیث من کان لہ امام فتنۃ صحیح حدیث ہے نیز حدیث سلم ادا قرآن ما نافستوا اور اللہ قرن و اذا قرأ القرآن ما استمعوا لہ و انصتوا کے موافق ہے اس کو حدیث مبارکہ رقم اور حدیث ابو ہریرہ رقم کے لئے مخصوص قرار دین درست ہے۔ پس امام طحاوی کا قول بہت وزنی ہے جس کے سلسلے امام بہت وغیرہ کی تاویل کی کوئی حقیقت نہیں۔ رہا یہ کہ دارقطنی (اور بیہقی) نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ ایک شخص نے ظہر یا عصر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صبح اسحہ رکعت الیٰ علیٰ پڑھی تھی آپ نے نماز کے بعد دریافت کیا یہ کون میرے پیچھے قراءت کر رہا تھا؟ میں بار دریافت فرمایا ایک شخص نے کہا میں نے قراءت کی تھی فرمایا میں دیکھ رہا تھا کہ تم قرآن میں مجھ سے منازعت کر رہے تھے جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس کو امام کی قراءت

کافی ہے ۱۰ تو یہ حدیث تو حنفیہ کی دلیل تھی جس کو مخالفہ کے طور پر صاحب تکمیل اپنی دلیل بنا رہے ہیں۔ حدیث سے صاف معلوم ہوا ہے کہ اس شخص نے آہستہ قراءت کی تھی اگرچہ اسے قراءت کی ہوتی تو حضور کو تین بار دریاقت کرنے کی نوبت نہ آتی صحابہ پہلے ہی سوال پر کہہ دیتے کہ فلاں نے قراءت کی تھی پھر آپ کا یہ فریاد کہ جہاں امام کے پیچھے نماز پڑھے امام کی قراءت اس کے لئے قراءت ہے صاف بتلا رہا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو قراءت نہ کرنا چاہیے اس سے یہ سمجھنا کہ سورۃ فاتحہ کے سوا اور کوئی سورۃ نہ پڑھے زبردستی کی تاویل ہے جو ہرگز حضور کے ارشاد سے مفہوم نہیں ہو سکتی بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سری نمازوں میں بھی آپ کو مقتدی کی قراءت گوارا نہ تھی۔ اور یہ کہ عام طور کے صحابہ حضور کے پیچھے قراءت نہ کرتے تھے ایک حدیث واقف ایسا کرتے۔ حضور ان کو قراءت سے روک دیتے تھے اگر سب صحابہ قراءت کرتے ہوتے تو بقیہ مقتدی یہ ضرور کہتے کہ ہم نے تو صرف سورۃ فاتحہ پڑھی تھی مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ سب خاموش رہے۔ پھر قراءت کرنے والے نے بھی یہ نہیں کہا کہ میں نے سورۃ فاتحہ اور سب اہم ربک لا اعلیٰ پڑھی تھی اس لئے بھی صرف سب اہم ربک لا اعلیٰ کی قراءت کا اقرار کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قراءت فاتحہ خلف الامام کا صحابہ کو اہتمام نہ تھا پھر اگر قراءت فاتحہ خلف الامام لازمی تھی تو اس شخص کو آپ مطلقاً قراءت سے منع نہ کرتے بلکہ صاف فرمادیتے کہ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو حضرت جابر کی حدیث کے کسی طریق میں بھی قراءت فاتحہ کا استثناء مذکور نہیں اور حدیث عبادہ کے جملہ استثنائے کا حال اور گزر چکا ہے کہ ائمہ حدیث نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے پس حنفیہ کی دلیل کو اپنی دلیل بنانے والا خود جہالت کا ارتکاب کر رہا ہے وہ اس خطاب کا جو دوسروں کو دے رہا ہے خود ہی مستحق ہے۔

اس کے بعد چوتھی دلیل عبداللہ بن مسعود کی حدیث کنز العمال کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے اذا صلی احدکم خلف الامام فلیصمت فان قل رقتہ لہ قراءۃ وصلوۃ لہ وجہ شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے خاموش رہے کیوں اس کی قراءت اس کے لئے قراءت ہے اور اس کی نماز اس کی نماز ہے اس حدیث کو اول تو ضعیف کہا گیا ہے مگر ہم بتلا رہے ہیں کہ یہ حدیث چند صحابہ کی روایت سے ہے جن میں عبداللہ بن مسعود صحابی کا بھی اضافہ ہو گیا۔ اور حدیث ضعیف کا تعدد طرق سے حسن یا صحیح کے درجہ پر پہنچ جانا اصول حدیث میں مصرع ہے پھر اس حدیث کے بعض طرق یقیناً صحیح ہیں اور بعض حسن ہیں جیسا پہلے اپنے دلائل میں ہم بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو حضرت جابر کی روایت سے مشہور قرار دیا ہے اور حدیث مشہور کا جو درجہ ہے اہل حدیث اس سے ناواقف نہیں ہے پھر اس میں بھی وہی بے تکی تاویل کی گئی ہے کہ لفظ قراءت عام ہے جس سے بوجہ حدیث عبادہ کا سورۃ فاتحہ مستثنیٰ ہے الہ اس تاویل کا لغو ہونا ابھی بیان ہو چکا ہے پھر ایک عجیب الزام دیا گیا ہے کہ اگر جملہ فان قل رقتہ لہ قراءۃ سے یہ مطلب لیا گیا کہ امام کی قراءت مقتدی کو کافی ہے اس کو سورۃ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں تو جملہ وصلوۃ لہ صلوۃ کا بھی یہی مطلب ہوگا کہ امام کی نماز مقتدی کو کافی ہے تو اقتدار کے بعد ارکان نماز مثلاً رکوع و سجود وغیرہ کی بھی مقتدی کو ضرورت نہ ہوگی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب تکمیل کے نزدیک صلوۃ نام ہی سورۃ فاتحہ کا ہے جیسا حدیث قسمت الصلوۃ میں دین عبدی کی تفسیر میں ص ۵۲ پر امام رازمی سے نقل کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث میں سورۃ فاتحہ کو صلوۃ فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اگر فاتحہ نہ ہو تو نماز ہی نہیں الٰہ جب آپ کے نزدیک سورۃ فاتحہ ہی کا نام صلوۃ ہے تو حدیث ابن مسعود کا حاصل یہ ہوگا کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت سے ہر اہل اس کی سورۃ فاتحہ مقتدی

کی سورۃ فاتحہ میں کو خود پڑھنے کی ضرورت نہیں اور قرأت کے بعد خاص سورۃ فاتحہ کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ شاید کوئی سمجھے کہ قرأت سے مراد اس لئے فاتحہ ہے اس لئے اس شبہ کو رفع کر دیا گیا یہ قارئین بجا جواب تھا دیکھیں صاحب تکمیل میں الزام کو کس طرح اپنے اوپر سے دفع کرتے ہیں۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ جملہ و معلوۃ نہ معلوۃ کا وہی مطلب ہے جو حدیث الامام مناہن کا مطلب ہے کہ امام کی نماز صحت و فساد متضمن صحت و تقدس ہے یعنی اگر امام کی نماز صحیح ہوگی اس کی بھی صحیح ہوگی اس کی فاسد ہوگی تو اس کی بھی فاسد ہوگی جتنا پھر ابو داؤد و متفق روایت میں اس مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے قل وجدنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لقد مجئنی ان تکون صلوۃ المسلمین اماناً و مبیناً واحدة ۱۔ حضرت معاذ بن جبل نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہاں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی نماز ایک نماز ہو جائے جماعت کی نماز کو آپہٹنے کے لئے کہ جماعت کی نماز ایک نماز ہے سورہ صرف امام کے اور عرفاء و عادات بھی جماعت کی نماز کو ایک ہی نماز شمار کیا جاتا ہے اور یہی لئے کہ جماعت کی نماز ایک نماز ہے سورہ صرف امام کے لئے کافی ہے ہر مقتدی کے آگے الگ الگ سورہ کی ضرورت نہیں تو ایک نماز کے لئے ایک قرأت اور ایک ہی فاتحہ کافی ہے ہر ایک کو قرأت کی ضرورت نہیں بقیہ ارکان کو قرأت پر قیاس کرنا غلط ہے کیوں کہ امام کی قرأت کے لئے قاستماع و انصات کا قرآن و حدیث میں صاف حکم ہے اور رکوع و سجدہ کے لئے قیاس کرنا غلط ہے بلکہ مقتدیوں کو صاف حکم ہے اذ رکع فارکعوا و اذا سجدوا سجدوا ۲۔ صاف حکم ہے کہ جب امام رکوع کرے تم بھی رکوع کرو جب وہ سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو اور یہی عام عادت بھی ہے کہ جب مسجد و مسجد واجب امام رکوع کرے تم بھی رکوع کرو جب وہ سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو اور یہی عام عادت بھی ہے کہ جب دربار شاہی میں بہت سے لوگ ایک درخواست کے لئے پہنچتے ہیں تو افعال تعظیمن تو ہر شخص بجالا لیتے مگر گفتگو نہیں و قد کرتا ہے ہر شخص الگ الگ گفتگو نہیں کرتا اور درخواست قبول ہونے کے بعد پھر ہر شخص شکر یہ الگ الگ ادا کرتا اور آداب تعظیمن بجالا لیتے ہیں صورت شریعت نے نماز میں رکی ہے کہ اول سب بکیر کہیں آداب شاہی بجالائیں اس کے بعد درخواست پیش کرنا امام کا کام ہے جب وہ سورۃ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بمنزلہ جواب کے ہے تو ہر شخص آداب تعظیمن بجالاتا ہے اور رکوع و سجدہ میں شکر یہ اور تعظیمن کے الفاظ ادا کرتا ہے اگر اہل حدیث انصات سے کام لیں تو ان کے لئے اتنا سمجھ لینا ہی کافی ہے کہ جس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام اور مقتدی دونوں کے فرائض بیان فرمائے ہیں یعنی حدیث انما جعل الامام لیتوہبہ ناداکبہ فیکبوا و اذا رکع فارکعوا و اذا قال سمع اللہ من حمدہ فقولوا ۳۔ ہذا لک الحمد و اذا سجد فاسجد و الہ امام ہیں لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے جب وہ بکیر کہے بکیر کہو جب رکوع کرے رکوع کرو جب سمع اللہ من حمدہ کہے اللہ من حمدہ کہو جب سجدہ کرے سجدہ کرو اس کی کسی روایت میں بھی یہ نہیں ہے و اذا قرا فاقرا و کہ جب امام قراءت کرے تم بھی قراءت کرنا اگر مقتدی کے ذمہ امام کی قراءت کے ساتھ قراءت فرض یا واجب ہوتی تو اس کا بیان اس حدیث میں ضروری تھا جس میں امام اور مقتدی دونوں کے فرائض بیان کئے ہیں اس حدیث میں اگر ہے تو اذا قرا فاقرا ۴۔ فاستراہے کہ جب امام قراءت کرے تم خاموش رہو ملاحظہ ہو صحیح مسلم اور ابوداؤد پس جس کو قراءت فاتحہ خلف الامام کے فرض ہونے کا دعویٰ ہے وہ اس حدیث کے کسی طریق میں اذا قرا فاقرا و دکھلائے کیوں کہ اسی حدیث میں امام اور مقتدی دونوں کے فرائض کا بیان ہے حدیث عبادہ پیش کرنا کافی نہیں کیوں کہ اس میں امام اور مقتدی کے فرائض کا بیان نہیں بلکہ راوی حدیث سفیان بن عیینہ اور زہری وغیرہ نے خود کہہ دیا ہے کہ وہ تنہا نماز پڑھنے والے کے متعلق ہے اور اس کو امام احمد نے بیان فرمایا ہے۔

ساتویں دلیل صحیح مسلم سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا گیا ہے لا قراءۃ مع الامام فی شیء من الصلوۃ کہ امام کی کچھ کسی نماز

میرا بھی قرأت نہیں ہے امام محمدی کے الفاظ میں لا تقل مع الامام فی شی من الصلوات وما جالہ ثقافت امام کے ساتھ کسی نماز میں قرأت نہ کرو اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں اس کے بعد وہی بے تکی تاویل اس میں بھی کی گئی ہے کہ یا فرما سوا فاتحہ پر محمول ہے اور — دیر دیر کے ساتھ فرماتے ہیں کہ یہ جواب صحیح مسلم کے اس صفحہ پر موجود ہے الخ کوئی ان سے بچے کہ امام نووی کی تقلید کس دن سے واجب ہو گئی جو ان کے جواب کہ ماننا حنفیہ پر لازم ہو گیا اور نہ مانیں تو شیرو چشم کہلا میں۔ مگر جو لوگ امام محمدی کے جواب کو نہ دیکھیں نہ مانیں ان کے لئے کیا القسب تجویز کیا جائے گا؟ یہ ہے اہل حدیث کی دیانت اور تہذیب کی لپے مطلب کی بات کسی جگہ سے مل جائے تو فوراً مقلد بجاتے ہیں اور اس کے ملنے پر ایسا زور دیتے ہیں کہ گویا آسمان سے وحی نازل ہو گئی ہے کہ اشر زید بن ثابت کا وہی مطلب ہے جو امام نووی نے بیان کیا یا امام بیہقی نے اپنے مذہب کی رعایت و حمایت میں کچھ لکھ دیا ہے میں پوچھتا ہوں دلیل بھی قائم نہ رہ سکیگی ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ آپ کے تمام دلائل کو منفر د پر محمول کر دے اور تائید میں حدیث اذا قرأ فاتحۃ کا قول تو حجت ہے اور دوسرے کی تاویل اور امام احمد و سفیان بن عیینہ اور زہری اور طحاوی اور علامہ عینی کے اقوال حجت نہ ہوں؟ اگر آپ سچے اہل حدیث ہیں تو صرف حدیث کے الفاظ سے استدلال کیجئے ادھر ادھر سے اس میں قیدیں نہ بڑھاتیے اس راستے سے آپ چلیں گے تو انشاء اللہ حنفیہ کے مسلک کی قوت کھلی آنکھوں نظر آجائے گی آپ نے حنفیہ کے جتنے دلائل پر کلام کیا ہے وہ صاف الفاظ میں قرأت فاتحہ خلف الامام کے ممنوع ہونے یا فرض و واجب نہ ہونے کو ظاہر کر رہے ہیں مگر آپ امام نووی یا بیہقی یا امام رازی وغیرہ کی تقلید کا سہارا لیتے کر ان میں وہ تاویلیں کرتے ہیں جس کا آپ کو کوئی حق نہیں ڈوبنے کو تنکے کا سہارا ہی کا نام ہے اخیر میں امام احمد بن حنبل اور علامہ ابن تیمیہ کا قول پھر یاد دلاتا ہوں امام احمد فرماتے ہیں ہم نے اہل اسلام میں سے کسی کو یہ کہتے نہیں سنا کہ جب امام قرأت جہر سے کر رہا ہو اور اس کے پیچھے مقتدی قرأت نہ کرے تو ان کی نماز صحیح نہ ہوگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اور تابعین اور اہل حجاز میں امام مالک ساہل عراق میں امام سفیان ثوری اہل شام میں امام اوزاعی اہل مصر میں امام لیث بن سعدان میں سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ جو شخص مقتدی ہو اور اس کا امام قرأت کر رہا ہو وہ قرأت نہ کرتا ہو تو اس کی نماز باطل ہے اھ موفق ابن قدامہ سے امام احمد رحمہ کا یہ قول نقل کر کے اس مسئلہ میں اجماع کا دعویٰ کیا ہے ص ۶۷ ۱۶ علامہ عینی نے شرح بخاری میں فرمایا ہے کہ قرأت خلف الامام کی ممانعت بڑے بڑے اہل صحابہ سے منقول ہے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عباد بن ثلثہ و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما و عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی ہیں محدثین کو ان کے صحابہ کے نام معلوم ہیں ان حضرات کا اس پر اتفاق کرنا بمنزلہ اجماع کے ہے اسی لئے صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے کہ ترک قرأت خلف الامام پر صحابہ کا اجماع ہے اکثر کے اتفاق کو اجماع کہہ دیا گیا کیوں کہ ہمارے نزدیک اس کو بھی اجماع کہا جاتا ہے اور شیخ امام عبداللہ بن یعقوب حارثی نے اپنی کتاب کشف الاستار میں فرمایا ہے کہ عبداللہ بن زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دس حضرات قرأت خلف الامام سے بہت سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے (جن کے نام یہ ہیں) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، علی ابن طالب رضی اللہ عنہ، عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اھ۔ اس کے بعد علامہ عینی نے مستودع صحابہ کے اقوال بحوالہ کتب و اسانید بیان کئے ہیں جن کو ہم نے اپنے دلائل میں پہلے ہی بیان کر دیا ہے علامہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب تنوع العبادات میں فرمایا ہے کہ سلف نے

عام طور پر قرأت خلف الامام کو مکروہ سمجھا ہے جب کہ امام قرأت چہرے کر رہا ہو اور اکثر ائمہ مؤرخہ فاتحہ کے بعد رکعت طویل نہ کرنے
تھے (بنا کہ مقتدی فاتحہ پڑھتے ہیں) چہرے نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرتے والے بہت کم تھے اور اس سے کتاب اللہ نے بھی
منع کیا ہے اور اور شریعت رسول ﷺ نے بھی اور چہرے سلف و خلف بھی اس سے منع کرتے ہیں اور قرأت خلف الامام کو واجب کرتے ہیں اور اکثر ائمہ
کے باطل ہونے میں اختلاف ہے بعض علماء کے چہرے نماز میں بھی مقتدی پر قرأت فاتحہ خلف الامام کو واجب کرتے ہیں ان کے
ذکر سے تو نماز کے باطل ہونے میں اختلاف ہے پس نزاع دونوں طرف ہے لیکن جو لوگ قرأت خلف الامام سے منع کرتے ہیں ان کے
ساتھ چہرے سلف و خلف میں اور کتاب اللہ بھی اور شریعت بھیجی بھی۔ اور جو لوگ اس حالت میں مقتدی پر قرأت کو واجب کرتے ہیں
ان کی حدیث کو ائمہ نے ضعیف کہا ہے اور داؤد نے اس کو روایت کیا ہے اور ریشہ ابو موسیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس
ارشاد کو اذاعترافاً مستورا (جب امام قرأت کرے خاموش رہو) امام احمد و سہیل اور امام مسلم وغیرہم نے صحیح بتلایا ہے بخلاف اس حدیث
کے جو حضرت عبادہ سے روایت کی گئی ہے لا تفعلوا الا بامام القرآن کہ امام کے پیچھے نہ پڑھتے مگر شوریہ فاتحہ وہ صحیح میں شامل نہیں کی
گئی اور اس کا ضعیف ہونا چند وجوہات سے ثابت ہو چکا ہے درمیں وہ حدیث زیادہ کا قول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
نہیں ہے۔

احمد شریف کہ آج بروز چار شنبہ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ رسالہ تکمیل البرہان کا جواب تمام ہوا میں سے ناظرین کو بخوبی اندازہ ہو گیا
ہو گا کہ مسئلہ قرأت خلف الامام میں امام ابو حنیفہ کا مسلک کتاب اللہ اور شریعت بھیجی اور اجماع چہرے سلف و خلف سے تو ہے اور
جو اہل حدیث مقتدی کی نماز کو بوجہ ترک قرأت فاتحہ خلف الامام کے باطل کہتے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل صریح نہیں بلکہ امام
کے پیچھے قرأت کرنا نہ والوں کی نماز درست ہی ہو جائے تو غنیمت ہے کیوں کہ قرآن میں اور شریعت بھیجی میں مقتدی کو قرأت
قرآن کے وقت خاموش رہنے کا حکم ہے قرأت سے منع کیا گیا ہے اور اہل حدیث کے اصول پر نہی کی مخالفت سے عمل باطل ہو جاتا
ہے اگرچہ حنفیہ کے نزدیک باطل نہیں ہوتا پس ان کو امام ابو حنیفہ کا احسان مند ہو جانا چاہیے کہ وہ قرأت خلف الامام کی وجہ
ان کی نمازوں کو باطل نہیں کہتے وہ نہ خود اصول اہل حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ آیت اذ اقرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لک مخالفت
سے جس کا نزول بالا جماع قرأت خلف الامام کے بارے میں ہوا ہے جیسا امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے نیز حدیث صحیح اذ اقرأ القرآن
فانصتوا لک خلاف ورنہ سے جو عساف طور سے مقتدیوں کے متعلق وارد ہے کہ جب امام قرأت کرے خاموش رہو اہل حدیث کی
نمازیں باطل ہو جائیں چاہیں جیسا صوم یوم النحر کو کسی بنا پر باطل کہتے ہیں کہ شریعت کی نہی موجب بطلان محل ہے لیسید ہے کہ اہل فہم اس نکتہ
کو سمجھ گئے ہونگے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی عینیت جا بلید سے بچائے اور ائمہ سلف کی عظمت و ادب کا پاس کرنے کی توفیق دے اور اس
رسالہ کو قبول عام و خاص بنائے۔

جو صاحب اس کو مستقل چھاپنا چاہتا وہ لوح پر اس کا نام فاتحہ الکلام فی القراءۃ خلف الامام تحریر فرمادیں۔
وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین و الحمد
للہ الذی بنعنتہ و بفضلہ و بجلالہ تمم الصلحت۔